مقالات

حصن المسلم

جلد سوم

مؤلف

ندیم ایاز

مکتبہ دار الرحیل

کتاب: حصن المسلم کے مقالات جلد سوم

مولف: ندیم ایاز

سال اشاعت: 2021

قیمت: 200روپیہ

فہرست

تالیفات 4
(1)آیۃ الکرسی کی فضیلت.. 5
(2) مسلمانوں میں اختلافات کے اہم اسباب.. 13
(3) امت مسلمہ کے مسائل اور اُن کاحل 16
(4) مسجد اقصیٰ (تعارف اور مختصر تاریخ) 23
(5) غصے کا علاج... 32
(6) لیلۃ القدر 35
(7) کیا اصلاح معاشرہ اب بھی ممکن ہے؟.. 37
(8) دعوتِ دین کا منہج کیا ہو؟ 41
(9) متعلقاتِ بینک: ملازمت، خدمات، سونا، کرنسی..................................... 52
(10) نرمی اور بردباری 60
(11) خوداختیاری موت اور خودکشی 65
(12) قسطوں میں خرید و فروخت ،نقد و ادھار قیمتوں میں فرق 73
(13) (اَسماءُ اللہ الحسنیٰ)اہمیت و فضیلت 75
(14) عقل و شعور اور اسلام.. 87
(15) فرشتوں کی دنیا.. 102
(16) قیامِ امن سیرت نبوی علیہ السلام کی روشنی میں.................................. 108
(17) اسلام میں حرام کردہ پیشے.. 117

مقدمہ

الحمد للہ، اصلاحی سلسلے کی یہ ایک اور بہترین کتاب ہے ۔ جہاں دکھ اور مصیبتیں بڑھ گئیں ہیں وہاں ایمان کو جلا بخشنے کے لئے قرآن وسنت کی روشـــنی ایک بہترین ذریعہ ہے، ثابت قدم ہیں وہ لوگ ہر دکھ، خوف اور پریشانی میں جن کو لا الہ الا اللہ نے مضبوط کردیا ہے ۔

کسـی کے دل میں سـرور اور خوشـی کا إحسـاس ڈال دینا ایک أفضـل عبادت ہے آپ کے دکھ کم کرنے میں یہ میری اســـتطاعت میں ہے کہ کلمہ خیر آپ کے سامنے رکھوں اللہ تعالیٰ مجھے مزید توفیق عطا فرمائے آمین

قاری شیخ ندیم ایاز حفظہ اللہ تعالیٰ

15 نومبر 2021 کراچی

whatsapp 00923172134743

Peaceofmindna.com website

Peaceofmind.na facebook page

تالیفات

(1) قرآنی دعائیں

(2) اللہ کے بندے مادہ پرست نہیں ہوتے

(3) اصلاح النساء

(4) طرق التفسیر

(5) قرآن مجید کی تفسیر کے اقسام

(6) المناهج المختلفة للمفسرين

(7) الكبائر التي ذكرها الإمام الذهبي

(8) اسلام سائنس اور الحاد

(9) ملحدین کے پچاس اعتراضات کے جوابات

(10) ملحدین کی اصلاح

(11) خدا کے بارے میں ملحدین کی پریشانی کا علاج

(12) پاکستان میں اسلامی دستور کے لیے علماء کے 22 متفقہ نکات

(13) أسهل طريقة لحفظ القرآن الكريم

(14) صحیفہ ہمام بن منبہ

(15) المعجم الصغیر للطبرانی

(16) پیغام مدینہ جلد اول

(17) پیغام مدینہ جلد دوم

(18) پیغام مدینہ جلد سوم

(19) پیغام مدینہ جلد چہارم

(20) پیغام مدینہ جلد پنجم

(21) پیغام مدینہ جلد ششم

(22) پیغام مکہ جلد اول

(23) مقالات حصن المسلم جلد اول

(24) مقالات سیرت جلد اول

(25) مقالات سیرت جلد دوم

(26) مقالات سیرت جلد سوم

(27) مقالات حصن المسلم جلد دوم

(28) مقالات حصن المسلم جلد سوم

(29) مقالات حصن المسلم جلدچھارم

(30) مقالات حصن المسلم جلد پنجم

(31) مقالات حصن المسلم جلد ششم

(32) مقالات حصن المسلم جلدھفتم

(33) مقالات حصن المسلم جلد ہشتم

(34) بے قرار دل کا قرار

(1)آیۃ الکرسی کی فضیلت

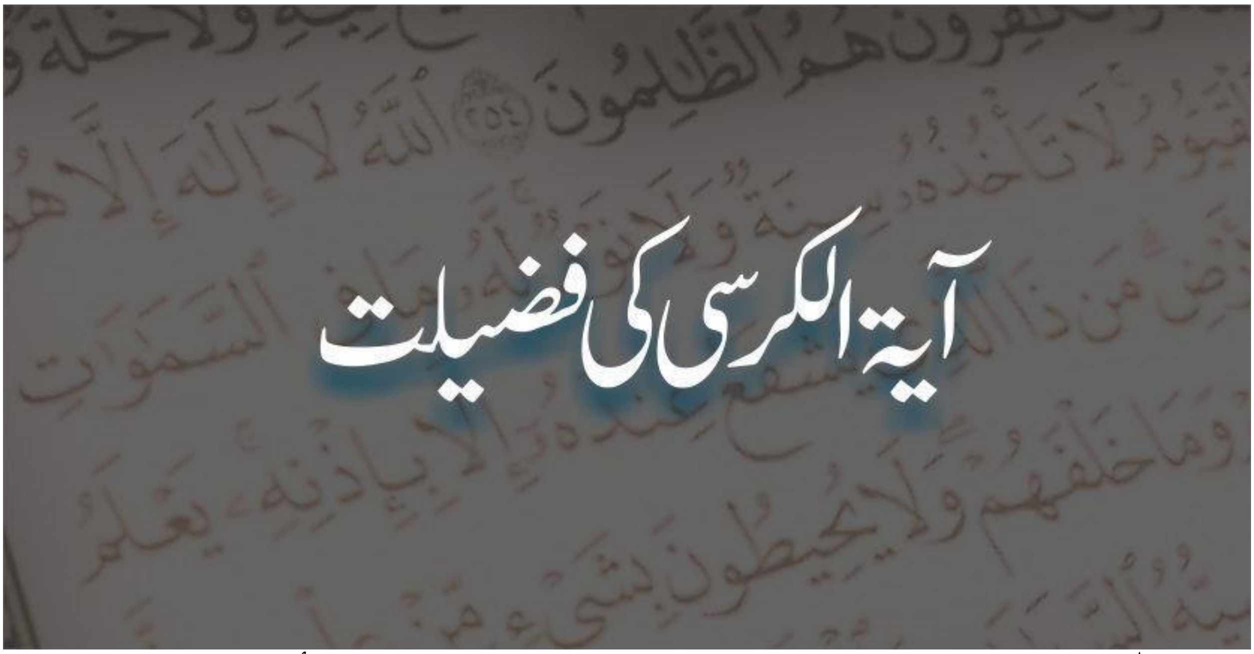

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على رسوله الكريم أمابعد:
أعوذ بالله من الشيطان الرجيم
اللّٰــهُ لَا إِلَـٰـهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْـــفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ
البقرة – 255
ترجمہ: ’’اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور کائنات کی ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے نہ اس پر اونگھ غالب ہوتی ہے اور نہ نیند ، آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے ، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضـــور کســـی کی ســـفارش کر ســـکے ؟ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو ان سے اوجھل ہے اسے بھی ، یہ لوگ اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا بھی ادراک نہیں کر ســکتے مگر اتنا ہی جتنا وہ خود چاہے۔ اس کی کرســی زمین و آســمان پر محیط ہے اور ان دونوں کی حفاظت اســـے تھکاتی نہیں ہے ، وہ بلند وبرتر اور عظمت والا ہے ‘‘۔
آیۃ الکرسی کا مرکزی خیال :
انســان کا یہ فریضــہ ہے کہ اور اس پر یہ واجب ولاز م ہے کہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصـل کرے ،اپنے رب کی توحید کے ہر پہلو کا ادراک کرے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے اندر اس طرح رائج کرے کہ شـــرک وکفر کے اندھیروں میں توحید کا علم بردار بن کر لوگوں کی توحید کی طرف رہنمائی کرے ، اســـی کردار کی یہ آیت پر زور حوصـلہ افزائی کرتی ہے ، اپنے رب

کے ساتھ ہمارا تعلق کیا ہونا چاہیے ، اور اپنے رب کی صفات واحسانات اور اسکی بڑائی ، کبریائی اور شان کیاہے اس طرف ہماری توجہ مبذول کرواتی ہے ، کہ دیکھو جہاں میں کس طرح شـــرک وکفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں ، اپنے رب کی توحید کو پہچانواو ر خالص ''ھو اللہ احد ''کہتے ہوئے اس بات کو نافذ کرنے کی ہمہ تن کوشـــش کرو ، ہر باطل عقیدے کی تردید کرو اور توحید کے انمول خزانے کو پھیلائوتاکہ شـــرک وکفر کو ختم کیا جا ســـکے ۔ اور یہ آیت ہم میں یہ تامل رواں کرتی ہے کہ اس کائنات کے نظام اورتخلیق کو دیکھو ، آســمان کی طرف دیکھو کس قدر اونچا اور وسـیع ہے ، بغیر کسـی سـتون کے قائم ہے ، زمین کو دیکھوکس طرح ہموار ہے کہ ہمارا بسیرا اس پر آسان بنا دیا گیا ہے ، چاند سـتارے ، سورج اور دیگر مخلوقات سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں ۔ سمند رکو دیکھو کس طرح جوش مار تاہے لیکن کنارے پر آکر کسی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیتا بلکہ آہســتہ ہو جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اســے نہ تھامے تو دنیا تباہ ہو جائے ۔ انسـان کو سـوچنا چاہیے کہ اس کائنات کا نظام خود ہی نہیں چل رہا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا مدبر ہے ،اس کا ناظم ہے اور وہ ہرچیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

آیت کی اجمالی تفسیر:

یہ قرآن کریم کی عظیم ترین آیت اپنی ابتداء ہی میں تمام معبودان باطلہ کی تردید کرتی ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی خالص توحید پر ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّـهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ

نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق، نہیں ہے کوئی مشـکل کشـا ، نہیں ہے کوئی بیڑا پار کرنے والا سـوائے اللہ کے جو ''حیّ '' ہے ، ہمیشـہ زندہ رہنے والا ہے اور ''قیوم '' کائنات کی ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔

کائنات میں ایک درخت کا معمولی سا پتا بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہل ســکتا، وہ ہر چیز کی تدبیر کر رہا ہے ، کائنات کی ہر چیز اس کی تدبیر کی وجہ سے محو گردش ہے ، اور بہت ہی عمدہ انداز میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے ، یہ تما م تر امو راللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں ، اللہ کے ســـوا کوئی بھی کائنات کی تدبیر وحفاظت پر قادر نہیں ہے ، اور ان معبودان باطلہ کے باطل ہونے کی واضـح دلیل اور حجت ہے ۔ اونگھ آنا اور نیند کا غالب آ جانا یہ کمزوری اور غیر پائیداری کی علامت ہے اور یہ انسـان کی خاص صـفت ہے کہ جب وہ تھک جائے تو اس پر نیند غلبہ پا جاتی ہے ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

کہ اللہ تو وہ ہے جس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے نہ نیند اور نہ ہی کسی قسم کی کمزوری ، اللہ تعالیٰ ان تمام نقائص سے پاک اور بالا تر اور یہ اللہ تعالیٰ کی قیومیت پر دلالت کرتی ہے ، اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کی تدبیر کرتا ہے اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نیند آتی تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ، مزید فرمایا:

لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ

زمین وآسمان کی جملہ اشیاء اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں ، اور یہ بات بھی تمام معبودان باطلہ کی تردید کرتی ہے کہ جو خود کسی کے مملوک ہوں وہ کیسے معبود بن سکتے ہیں ۔ تمام موجودات اللہ ہی کے غلام اور سب ہی اس کی رحمت کے محتاج ہیں ، وہ ہی حقیقی بادشاہ ہے وہی رزاق ہے وہی مدبر ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے ۔

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

مشرکین ہمیشہ سے اس بات کے قائل چلے آ رہے ہیں اور آج کے دور میں بھی اس گمان کاذب پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہمارے معبودان باطلۃ اللہ کے حضور ہمارے شفاعت کرنے کے مجاز ہیں ، آج بھی ہمارے درمیان ایسے مشرکین وکفار موجود ہیں ، یہ مزاروں اور قبروں کے پجاری ، یہ چڑھاوے چڑھانے والے یہ غیراللہ کے نام پر نذرونیاز ، ذبح اور سجدے سجود کرنے والے اسی بات کے قائل ہیں کہ یہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارا پیر ، یہ ہمارا مرشد ہماری سفارش کرے گا ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے تمام گمانوں کو باطل قرار دے دیا اور فرمایا: کوئی نہیں جو اللہ کے حضور سفارش کر سکے کوئی بھی سفارش کرنے کا مجاز نہیں ، اس شفاعت کی کلیۃ نفی نہیں کی بلکہ فرمایا:

إِلَّا بِإِذْنِهِ

مگر جسے اللہ اجازت دے ۔ چند شرائط کے ساتھ ۔ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ پر فرماتا ہے :

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلً

طه – 109

’’قیامت کے روز کوئی سفارش فائدہ نہ دے گی سوائے اس شخص کی سفارش کے جسے رحمن نے اجازت دی ہو اور اس سفارشی کی بات اللہ کو پسند آئے ‘‘

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ

سبا : 23

’’اور اللہ کے حضور کوئی سفارش کسی کو فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو ‘‘۔

شفاعت کی تین شرطیں:

۱۔ شفاعت کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی اجاز ت ہو ۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّـــــهُ الَّذِي خَلَقَ السَّـمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِـتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْـتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ

یونس – 3

بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کردیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں۔

۲۔ شفاعت پانے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو ۔

وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ

سبا : 23

’’اور اللہ کے حضور کوئی سفارش کسی کو فائدہ نہیں دے گی سوائے اس کے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو‘‘۔

’’اللہ کے حضور کوئی شفاعت فائدہ نہیں دیتی سوائے اس کے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو ‘‘

۳۔ شفاعت پانے والا مؤحد ہونا چاہیے ۔

’’سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت سے فیض یاب ہونے والے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہوں نے خلوص دل سے لا الہ الااللہ کا اقرارکیا ‘‘ (بخاری ، کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ نے شفاعت کے متعلق تمام مشرکین کے گمان اور ان کے دعوے کی تردید کردی کہ کسی پیر فقیر اور مرشد یا کسی قبر کے مجاور کی کوئی سفارش کام نہیں آئے گی ، اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ خالص توحید آئے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ

البقرة – 255

اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں اپنے معبود برحق ہونے کی ایک اور دلیل واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط کیے ہوئے ہے ، لوگوں کے ماضی ، حال اور مستقبل کے حالات اللہ کے علم سے خارج نہیں ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں فرمایا:

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا
مریم – 64
’’ہم بغیر آپ کے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی سب چیزیں اس کی ملکیت ہیں اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ‘‘۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا ہی علم دیا ہے جتنااسے منظور تھا، انسان نہ ہی علم میں کامل ہے اور نہ ہی یہ علم اس کا ذاتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے ۔
سبحانک لا علم لنا الا ماعلمتنا
آج انسان مختلف علوم وفنون کا ماہر بن چکا ہے لیکن پھر بھی اس کا علم محدود اور تنگ ہے آج انسان فضا میں سفر کرتا ہے لیکن آسمانوں کے کسی بھی غیب کا اسے کوئی ادراک نہیں ہو سکتا ، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس علم کامل ہے اور وہی ہر چیز کا مالک ہے ۔
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ
البقرۃ – 255
اما م المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کرسی کی تفسیر علم سے کی ہے ۔ ار بعض مفسرین سے ’’موضع القدمین‘‘ یعنی پیروں کے رکھنے کی جگہ منقول ہے۔
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دیے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تاہم کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہوں گے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں۔
اور ابن جریر کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں۔ واللہ اعلم بالصواب۔
بہرحال انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر بغیر تاویل وسوال ایمان لائے اور ہر دم اس کی تصدیق کرے ، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے ، کوئی بھی چیز اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتی ، اور آسمان اور زمین میں موجود تمام مخلوقات کی حفاظت اللہ کیلئے مشکل نہیں ، کائنات کے انتظام وانصرام کی تدبیر اللہ کو تھکاتی نہیں ہے اور نہ ہی گراں گزرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذت عظمت والی ہے ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام تر نقائص سے پاک ہے اور بلند وبالا بڑی حکمت والااور ہر چیز کا نگہبان ہے ۔
آیۃ الکرسی کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

۱۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا : ابو منذر جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے عظمت والی آیت کونسی ہے ؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: میں نے کہا:﴿اللّٰـــهُ لَا إِلَـــهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: ابو منذر تمہیں علم مبارک ہو ۔ (رواہ مسلم فی کتاب فضائل القرآن)

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر کی حفاظت کرنے پر مقرر فرمایا، کوئی شخص آیا اور چوری کرنے لگا میں نے اسے پکڑا اور کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر جائوں گا ، وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں اور سخت تکلیف میں ہوں چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا ، صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا ، میں نے کہا اس نے تکلیف اور عیالداری کا شکوہ کیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا ، آپ ﷺ نے فرمایا: خیال رکھنا وہ جھوٹا ہے وہ پھر تمہارے پاس آئے گا ، چنانچہ اگلی رات وہ پھر آیا اور چوری کرنے لگا میں نے اســـے پکڑ لیا اور کہا : آج تو میں تجھے رسـول اللہ ﷺ کے پاس لیکر جائوں گا اس نے پھر محتاجی اور عیالداری کا شکوہ کیااور میں نے اسے چھوڑ دیا ، صبح ہوئی تونبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا ؟ میں نے کہا اس نے شکوہ کیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا ، آپ ﷺ نے فرمایا: خیال رکھنا وہ پھر آئے گا ، تیسری رات وہ پھر آ گیا اور چوری کرنے لگا، میں نے کہا اس بار میں تجھے ضرور رسـول اللہ ﷺ کے پاس لیکر جائوں گا اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تمیں چند کلمات ســکھاتا ہوں جو تمہیں فائدہ دیں گے ، میں نے کہا وہ کیا ہے ؟ کہنے لگا : جب تم سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ نگہبان ہو گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا ، جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا : رات کو تیرے قیدی نے کیا کہا تھا ؟ میں نے ساری بات بتا دی تو آپ ﷺنے فرمایا: اس نے یہ بات سـچ کہی حالانکہ وہ کذاب ہے پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا ابو ہریرہ جانتے ہو تین راتوں ســے تمہارے پاس کون آرہا تھا ؟ میں نے کہا نہیں ، آپ ﷺنے فرمایا: وہ شـــیطان تھا۔ (صحیح بخاری ، کتاب الوکالۃ)

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی ایک کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی ســـورۃ البقرۃ ہے اور

اس میں ایک آیت جو قرآن کی سب آیتوں کی سردار ہے اوروہ آیت الکرسی ہے ۔ (ترمذی : ابواب التفسیر)

قارئین کرام! ہماری فلاح ونجات کا واحد ذریعہ قرآن کریم ہے یہی ہمارے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے اس کو تھامنے کی وجہ سے ہی ہمیں بلندی ملے گی اور اس کی ترک کرنے کی صورت میں پستی ہمار امقدر ٹھہرے گی ۔ آج ہم نے قرآن کی رہنمائی کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور دنیا لے لہوولعب میں پڑے ہوئے ہیں آج ہم نے قرآن کریم کو معمولی سا سمجھ رکھا ہے بس اسے ایک مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیا جائے ، اسے قرآن خوانی اور بدعتی محفلوں میں پڑھا جائے، اسے گھول گھول کر پانی میں پیا جائے اور اسکے تعویذ تیار کیے جائیں ۔ افسوس ہم نے قرآن کریم کو سمجھا ہی نہیں ۔

قارئین کرام ! قرآن کو پڑھیے سمجھئے اس پر عمل پیر ا ہوئیے یہی کامیابی ہے آپ کو پڑھنے سمجھنے میں دقت ہو تو علماء کرام سے رابطہ کیجئے اور اسے دل لگا کر سیکھئے کیونکہ قبر کی ان سختیوں اور آخرت کے ان مراحل میں کوئی دنیاوی ڈگریاں کام نہیں آئیں گی اگر کوئی چیز کام آئے گی تو وہ قرآن کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ ہمیں قرآن کو سمجھنے کی توفیق عطافرمائے اور اس کو ہمارے لیے حجت بنائے ۔ (آمین)

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺوعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(2) مسلمانوں میں اختلافات کے اہم اسباب

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہ، کتاب اللہ و سنۃ رسولۃ

میں نے تمہارے درمیان دو امر چھوڑ دیئے ہیں جب تک اس کو تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے، وہ کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ ہیں۔

اہل اسلام کا اتحاد وقت کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی، اس کے ساتھ ساتھ یہ اسلام کا دائمی حکم بھی ہے۔اسلام نے اتحاد کی تعلیم دی ہے اور اختلاف سے بچنے کی تلقین کی ہے، اتحاد طاقت کا راز ہے اور اختلاف کمزوری کا سبب، اتحاد سے شجاعت، ایثار، محبت و اخوت جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اور اختلاف سے بزدلی، خود غرضی، منافقت اور عداوت جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں،مگر یہ بات ابتداء میں ہی جان لیں کہ تمام اختلافات مذموم نہیں، اگر اختلاف حدود کے دائرہ میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین کئی معاملات میں اختلاف ہوا لیکن ایک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اخلاص، للہیت انتہاء درجہ کی تھی، دوسرے انکا مقصد نبی کریم ﷺکی اطاعت تھی، صحابہ کرام کے علاوہ تابعین، تبع تابعین، فقہاء، مجتہدین کے درمیان ہزاروں فقہی اور سیاسی مسائل میں اختلاف رہا، لیکن ان اختلافات کے باوجود وہ ایک دوسرے کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے، یہ ان کے باہمی ادب و احترام کا ہی نتیجہ تھا کہ آج تک امت کے باشعور لوگ ان کا تذکرہ ادب و احترام ہی سے کرتے ہیں،اور کسی کو ان کی شان میں گستاخی کی جرات نہیں ہوتی،عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر اختلاف نہ مذموم ہے نہ ممنوع، ایسا اختلاف جو اخلاص اور للہیت اور اصولوں پر مبنی ہو اس کی نا صرف شریعت نے اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

النساء – 59

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف۔

جبکہ مذموم اور ممنوع اختلاف وہ ہے جس کی بنیاد ریا اور نفسانیت پر ہواور شر اور فساد کا سبب بنے،یہی وہ اختلاف ہے جو ہلاکت اور تباہی کا ذریعہ بنتا ہے ایسا اختلاف جماعت، ملک اور ادارہ کی بنیادیں ہلا دیتا ہے اللہ کی رحمت اٹھ جاتی ہے اور مختلف صورتوں میں عذاب کا نزول شروع

ہو جاتا ہے، مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جاتی ہے اور کافرونکے حوصلے بلند ہونے لگتے ہیں،اگرچہ آج کل ہر شخص اپنے اختلاف کو اصولی اختلاف اور اصولوں پر مبنی قرار دیتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو امت مسلمہ کی جماعتوں، ملکوں اور افراد کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کے گیارہ بڑے اسباب سامنے آتے ہیں، کاش ہم ان اسباب سے چھٹکارہ پا کر امت مسلمہ کو بنیان مرصوص (سیسہ پلائی دیوار)بننے میں مدد دے سکیں۔

: نفس پرستی:

اختلاف کا پہلا سبب نفس پرستی ہے جب افراد اور جماعتینخدا پرستی کی بجائے نفس پرستی شروع کر دیتی ہیں تو تنازعات کا پنڈورا بکس کھل جاتا ہے بہت سے گروہ اور لیڈر ایسے ہیں جو محض نفسانی اغراض کی وجہ سے امت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد نہیں ہونے دیتے۔

۲: ضد و عناد:

اختلاف کا دوسرا سبب ضد و عناد ہے جو کہ نفس پرستی ہی کا لازمی نتیجہ ہے،ہمارے یہاں بعض مسائل کا التزام صرف دوسروں کی ضد و عناد میں کیا جاتا ہے۔

۳: حسد:

اختلاف کا تیسرا سبب حسد ہے ،بہت سے بے وقوف دوسروں کی عزت و شہرت کو دیکھ کر جلتے ہیں اور پھر ان سے اصولی اختلاف شروع کر دیتے ہیں،

۴: تشخص:

چوتھا سبب تشخص ہے، یعنی یہ خواہش کہ ہم لباس ، ٹوپی اور جھنڈے کے رنگ اور ڈیزائن کے اعتبار سے دوسروں سے جدا اور ممتاز نظر آئیں اور ہم امت کے سمندر کی موجیں بن کر اسی میں کہیں گم ہوجائیں، کاش کہ وہ جان سکتے کہ (موج ہیں دریا میناور بیرون دریا کچھ بھی نہیں)

۵: اجزاء اور رسموں پر اصرار:

پانچواں سبب اجزاء اور رسموں پر اصرارہے، بعض بھولے بھالے لوگ دین کے کسی ایک جزء اور خاندان کی کسی ایک رسم کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اسے کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل ٹھرا لیتے ہیناور اس کے لئے ہر کسی سے لڑنے مرنے کو تیار ہوتے ہیں، ان لوگوں کا حال ان اندھوں جیسا ہوتا ہے جن میں سے کسی نے ہاتھی کے کان کو کسی نے سونڈ کو، کسی نے ٹانگوں اور کسی نے دم کو ہی پورا ہاتھی سمجھ لیا تھا۔

۶: خوش خیالی اور خوش فہمی:

چھٹا سبب خوش خیالی اور خوش فہمی ہے، ہر شخص اپنی کھال اور حال میں مست ہے، اس کے ذہن میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بٹھا دی گئی ہے کہ صرف ہماری جماعت ہی دین ، ملک اور قوم کی صحیح خدمت کر رہی ہے باقی سارے لوگ کھانے پینے اور دین کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔

۷: شخصیت پرستی:

ساتواں سبب حد سے بڑھتی ہوئی شخصیت پرستی ہے ایسے لوگ اپنے حضرات اور بزرگوں کے فرمودات کے مقابلے میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں(نعوذباللہ من ذلک)

۸: کم ظرفی اور تنگ نظری:

آٹھواں سبب کم ظرفی اور تنگ نظری ہے،جس کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے وجود کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔

۹: معاشی مجبوری:-

نواں سبب معاشی مجبوری ہے، بعض بد بخت امت کو اس لئے متحد نہیں ہونے دیتے کیوں کہ اختلافی مسائل ہی ان کا ذریعہ معاش ہیں، انہیں ان مسائل کے علاوہ کچھ نہیں آتاجاہل عوام میں انکی طلب اور شہرت صرف اور صرف ان کی اختلافی تقریروں کی وجہ سے ہوتی ہے جن کا وہ منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے ہیں،

۱۰: نسلی اور لسانی تعصبات:

دسواں سبب نسلی اور لسانی تعصبات ہیں، اسلام دشمنوں نے ان تعصبات کو اس قدر ہوا دی ہے کہ قرآن کریم کے جو اولین مخاطب تھے یعنی عرب، ان کے ذہنوں کو بھی تعصبات سے مسموم کر کے رکھ دیا ہے اور ان میں سے بعض نے کفار کے پروپیگنڈا کے نتیجہ میں عجمی مسلمانوں کو عرب سے کم تر سمجھنا شروع کر دیا۔

۱۱: ملکی سرحدیں:

امت مسلمہ میں پایا جانے والا اختلاف کا گیارہواں سبب ملکی سرحدیں ہیں جنہیں بعض وطن پرست ایمان سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جبکہ قرآنی حقائق اور نبوی فرمودات پر ایمانی نظریں رکھنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ملکی ، قومی، لسانی، نسلی، خاندانی، جماعتی اور گروہی تعلقات اور رشتوں سے کہینزیادہ اہمیت ایمانی رشتہ کو حاصل ہے،

یہی رشتہ ہے جس نے فارس کے سلمان، حبشہ کے بلال روم کے صہیب،نینوا کے عداس، غفار کے ابو ذر، دوس کے طفیل، طائی کے عدی، اور جعشم کے سراقہ رضی اللہ عنہم کو بھائی بھائی بنا کر قیصر و کسری کے سامنے ایمان ، استقامت، جرات اور شجاعت کا مضبوط پہاڑ بنا کر کھڑا

کر دیاتھا، جس سے ٹکرا کر وقت کے فرعون اور نمرود اپنی موت آپ مر گئے تھے،
اگر اہل اسلام اور حق متحد نہ ہوئے تو اہل باطل انہیں ایک ایک کر کے ختم کر ڈالیں گے، کبھی ایک جماعت پر ہاتھ ڈالا جائے گا کبھی دوسری پر، کبھی ایک مدرسہ کو طوق سلاسل میں جکڑا جائے گا اور کبھی دوسرے کو، کبھی ایک ملک پر آتش و آہن کی بارش ہوگی اور کبھی دوسرے پر، اے کاش ملکی اور بین الاقوامی سطح پرایک بار پھر اہل اسلام اسی اتحاد کا مظاہرہ کر سکیں تاکہ دور حاضر کے دجال اور نمرودان کے سامنے ناک رگڑنے پر مجبور ہو جائیں۔اللہم آمین

(3) امت مسلمہ کے مسائل اور اُن کاحل

الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

آج اگر امت مسلمہ کے مسائل و مشکلات کی بات کی جائے تو وہ ذاتی زندگی سے متعلق بھی ہیں اور اجتماعی نظم سے بھی انفرادی زندگیوں میں بھی بے شمار کو تاہیاں دیکھنے میں آرہی ہیں اور معاشرتی سطح پر بھی کمزوریاں بڑھتی چلی جارہی ہیں عوام کو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرنی ہے اور حکمرانوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا۔ ان امور کی نشاندہی کی جائے جو ہمارے مسائل ومشکلات ،بگاڑ وفساد اور زوال وانحطاط کا اصل سبب ہیں۔ جب عوام وخواص ،رعایا اور حکمران ،فرد اور معاشرہ سب اپنی کمزوریوں اور ذمہ داریوں کا احساس وادراک کر کے ان اسباب کے ازالے کی فکر کریں گے تب کہیں بہتری کے آثار نمودار ہونا شروع ہوں گے۔ان شاءاللہ

ایمان محکم ،عملِ صالح ،خوف الٰہی اور فکرآخرت :

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اپنے معاشرے کی اصلاح کی اور کن بنیادوں پر صحابہ کرام کو کھڑا کیا کہ وہ زمانے کے مقتداءوپیشوا بن گئے۔ایک ایسا معاشرہ جو جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا ،جہاں قتل و غارتگری کا رواج تھا ، وہ لوگ راہ راست سے اس حد تک بھٹکے ہوئے تھے کہ کو ئی ان پر حکمرانی کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ہمارے آقاﷺ نے اس معاشرے کا نقشہ ہی بدل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاشرے کو ایمان محکم ،عمل صالح ، خوفِ الٰہی اور فکرآخرت کی ایسی بنیادیں فراہم کیں کہ جن کی وجہ سے پورا معاشرہ یکسر بدل گیا وہ لوگ جو پہلے قاتل اور لٹیرے تھے وہ زمانے

کے مقتداء اور پیشوا بن گئے۔ان کا معاشرہ جنت کا نمونہ بن گیا ،وہ قیصر وکسری ٰ جیسی عالمی طاقتوں سے ٹکرا کر فاتح ٹھہرے۔ ہمارے حکمرانوں کا معاملہ ہو یا عوام کا،انفرادی زندگیاں ہوں یا اجتماعی نظم یقین محکم کی قوت ،کردار وعمل کی طاقت، خوف الٰہی کا زادِ راہ اور فکرآخرت کی دولت سے ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر محروم ہوگئے۔جب ہمارے پاس ایمان ویقین کی بنیاد اور اخلاص پر مبنی جذبہ ہی نہیں ،کردار وعمل کے اعتبار سے ہم کمزور ہوگئے ، محاسبہ کی فکر سے آزاد ہوگئے ،مرنے کے بعد کی زندگی کو بھول بیٹھے تو یہ وہ پہلی اینٹ ہے جو غلط رکھ دی گئی اس اینٹ کو جب تک صحیح نہیں کیا جائے گا اور ان چار بنیادوں پر اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو لانے کی کوشش نہیں کی جائے گی اس وقت تک اصلاحِ احوال کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

وھن کی بیماری:

اس وقت امت مسلمہ مسائل و مشکلات کے جس گرداب میں پھنسی ہوئی ہے ،ہر طرف ظلم و ستم کی آندھیاں زوروں پر ہیں، ہر جگہ مسلمانوں کا لہو بہہ رہا ہے ،ہر آنے والا دن گزرے دن سے زیادہ مصائب و آلام لے کر طلوع ہوتا ہے ۔دشمن اہل ایمان کو کاٹ کھانے اور صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کے لیے بھوکوں کی طرح امت مظلومہ پر ٹوٹا پڑ رہا ہے اس صورت حال سے نہ صرف یہ کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت پہلے خبردار کر دیا تھا بلکہ اس زوال و انحطاط کی وجہ بھی بتادی تھی کہ جب امت" وھن" کی بیماری میں مبتلا ہو جائے گی یعنی دنیا سے محبت کرنے لگے گی اور موت کی ناپسندید گی کا شکار ہو جائے گی تو پھر اس قسم کے حالات سے دوچار ہو جائے گی اس وقت ہمیں امت مسلمہ میں یقین محکم ،عمل صالح ،خوفِ الہٰی اور فکر آخرت کا شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی باقاعدہ مہم چلانے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اجتماعی نظم اور اپنے دل ودماغ سے وھن کی بیماری کو یعنی دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی کو ختم کردیں کیونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے، موت کی ناپسندیدگی بزدلی اور غیروں کی غلامی کا سبب بنتی ہے۔جب ہم اس بیماری سے نجات پاجائیں گے تو اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ان شااللہ

اتحادو اتفاق کا فقدان:

اس وقت امت مسلمہ کے مسائل و مشکلات کی ایک بڑ ی وجہ اتحادواتفاق کا فقدان ہے۔ہمارے ہاں مذہبی بنیادوں پر ،مسلکی بنیادوں پر ،علاقائی بنیادوں پر اور لسانی بنیادوں پر نفرتوں کے ایسے بیج بوئے گئے ہیں کہ

ان کی فصل اب بالکل تیار ہے۔دشمن نے ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ پالیسی کے تحت ہمیں یوں آپس میں دست وگریباں کیا کہ ہمارے مابین دوریوں کی خلیج حائل ہو گئی اور امت کا شیرازہ بری طرح بکھر کر رہ گیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبیت کے جن کلموں کو بدبودار باتیں کہہ کر چھوڑنے کا حکم دیا تھا انہی چیزوں نے اس امت واحدہ کو بانٹ رکھا ہے۔ ہمارے مسلکی اختلافات مخالفت اور تشدد کی شکل اختیار کر جاتے ہیں اور پھر نہ ختم ہونے والے فساد اور انتشار کا دروازہ کھل جاتا ہے۔اگر آج مسلکی ہم آہنگی ،عصبیت کے خاتمے ،علاقائی اور لسانی تفریق کو مٹانے اور جدید و قدیم کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی جائے کوئی وجہ نہیں کہ مسائل ومشکلات ہمیں یوں ہی گھیرے رکھیں اور اگر آج ہم نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا کو اتحادو اتفاق کی لڑی میں پرونے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے پر آمادہ کر نے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارا مقدر یقیناً بدل سکتا ہے۔آج اگر یورپی یونین کی شکل میں یورپی ممالک کا بلاک موجود ہے ،افریقی ممالک آپس میں معاہدے کر کے ایک قوت بن سکتے ہیں ،سارک ممالک اکٹھے ہوسکتے ہیں تو اسلامی دنیا مشترکات پر اکھٹی ہو کر اپنا ایک بلاک بنا لینے کی ہمت کیوں نہیں کرتی ؟یا د رکھئے جب تک اس پہلو پر توجہ نہیں دی جائے گی اس وقت تک ہماری پریشانیاں کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی رہیں گی۔

تعلیم کی کمی:

امت مسلمہ کے مسائل کی ایک بڑی وجہ تعلیم کی کمی ہے۔اور یہ بھی ایک ایسا سبب ہے جس کے ذمہ دار افراد بھی ہیں اور مسلمان معاشرے بھی ،عوام بھی ہیں اور حکمران بھی ایک ایسی امت جس کی پہلی وحی کا آغاز اقرا سے ہوتا ہے ،ایک ایسی امت جس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قل رب زدنی علماً کا حکم ہوتا ہے،ایک ایسی امت جس کی شناخت اور پہچان ہی تعلیم وتعلمہے اگر وہ امت تعلیم کے میدان میں دنیا سے پیچھے رہ جائے تو اس پر افسوس کے اظہار کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ مسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھنے کے ذمہ دار جہاں حکمران ہیں کہ انہوں نے اعلیٰ تعلیمی اداروں کے قیام، تعلیمی سہولیات و ضروریات کی فراہمی ،اعلیٰ معیار کی درس گاہوں کے انتظام و انصرام ،تعلیم کے لیے معقول بجٹ مختص کرنے اور اپنی قوموں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر نے کے معاملے میں ہمیشہ مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا وہیں عوام نے بھی انفرادی طور پر اس معاملے میں افسوسناک حد تک تغافل برتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہو یا جدید ایجادات، میڈیکل اور انجینئرنگ

ہو یا کوئی دوسرا علم، ہم اپنے شاندار اور تابناک ماضی کے حوالے تو دیتے ہیں ،چند مسلمان سائنسدانوں کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن کیا ہم نے سوچا کہ آج وہ بڑے بڑے سائنسدان کیوں جنم نہیں لیتے؟آج ہم ہر معاملے میں غیروں کے محتاج کیوں ہیں ؟ آج اسلامی دنیا میں شرح خواندگی اتنی کم کیوں ہے؟آج دنیا کی معیاری درسگاہیں اور رصد گاہیں عالم اسلام میں کیوں نہیں ؟یونیورسٹیز کی ریٹنگ میں اسلامی دنیا کے تعلیمی اداروں کا سراغ تک کیوں نہیں ملتا؟
ہمیں اس معاملے پر خوب سوچ وبچار کر کے اس کے تدارک کی حکمت عملی وضع کرنی ہوگی ورنہ مستقبل مزید تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جائے گا۔
سستی، کاہلی اور عیشی پرستی:
امت مسلمہ کے مسائل میں سے ایک اور بڑا مسئلہ ہماری اجتماعی او ر انفرادی سستی ،کاہلی اور عیش پرستی بھی ہے۔ ہم لوگ محنت سے جی چراتے ہیں ،کام کر نے سے جان چھڑاتے ہیں، ہمارے حکمرانوں کا شاہانہ طرزِزندگی ہو یا امراؤ وروساء کی عیش پرستی ،عوام کی سہل پسند ی ہو یا نوجوانوں کی عیش کوشی ان چیزوں نے نہ صرف یہ کہ ہمیں زوال و انحطاط سے دوچار کیا بلکہ دنیا کے سامنے تماشا بناکر رکھ دیا ہے۔ہمارے نوجوان شمشیر وسناں چھوڑ کر طاؤس ورباب کے دلدادہ ہو گئے،فحاشی وعریانی کے زہر نے ہماری پوری نسل کو کھوکھلا کر ڈالا ،لایعنی مشاغل اور فضولیات ولغویات میں انہماک نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہ لوگ جو ایمان کی دولت سے بھی محروم ہیں اور اللہ کی نصرت ومدد کا بھی ان سے کوئی وعدہ نہیں لیکن جب انہوں نے محنت کو اپنا شعار بنایا تو کامیابی وکامرانی ان کا مقدر بنتی چلی گئی اور ہم ہاتھوں پر ہاتھ دھر ے اچھے مستقبل کے انتظار میں بوڑھے ہوتے چلے گئے۔ ہمیں اس اجتماعی اور انفرادی کمزوری کا احساس بھی کر نا ہوگا اور اس معاملے پر قابو پانے کی کوشش بھی کرنی ہوگی۔

وسائل کا ضیاع اور اسراف:
جس طرح ہم وقت اور انسانی صلاحیتوں کو بے دریغ ضائع کرتے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر ہم قدرتی وسائل کو بھی ضائع کررہے ہیں۔اللہ رب العزت کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ عالمِ اسلام کے پاس ہر قسم کے وسائل کی فراوانی ہے،سیال سونے کے کنویں موجود ہیں ، معدنیات کے ذخائر موجود ہیں ،جغرافیائی اعتبار سے دیکھا جائے یازرعی لحاظ سے،معدنی اعتبار

سے بات کی جائے یاموسمی اعتبار سے سب سے زیادہ وسائل اور ترقی کے مواقع عالم اسلام کے پاس ہیں لیکن ہم نے انہیں بروئے کار لانے اورمنصوبہ بندی سے برتنے کا اہتمام ہی نہیں کیا،اسلامی دنیا سے تیل دشمن نکال کر لے جاتے ہیں، ریکوڈک سے سونا نکالنے کا ٹھیکہ ہم کسی اور کو اونے پونے داموں میں دے دیتے ہیں،دریاؤں پر ڈیم بنانے کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی،ہمیں تو و اعدو لھم مااستطعتم من قوۃ و من رباط الخیلکاحکم تھا لیکن ہم دشمن کے خلاف قوت جمع کرنا تو کجا اپنی ضرورت کے وسائل کو سلیقے سے برتنے کی توفیق سے بھی محروم ہیں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وسائل کے ضیاع کے ساتھ ساتھ اسراف جسے قرآن نے شیطان کے بھائیوں والا کام قرار دیا ہے اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ہمارے حکمرانوں کی بیگمات کے سونے اور زیورات کے قصے آپ نے سنے اور پڑھے ہوں گے اور شادی بیا ہ سے لے کر لباس و پوشاک تک اور موبائل فون سے لے کر پانی وبجلی کے استعمال تک عام لوگوں کے طرز عمل کا مشاہدہ بھی کیا ہوگا۔ وسائل کے بے دریغ ضیاع اور فضول خرچی و اسراف کی عادت میں ہم نے سب کو مات دے دی اور یہی وہ کمزوری ہے جس نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا اگر اس معاملے میں ہم سیدنا یوسف علیہ السلام والی حکمت عملی اپنائیں اور جس طرح انہوں نے دیانت ،کفایت شعاری اور منصوبہ بندی کے صرف تین گر اپنا کر پورے مصر کو قحط سالی میں ریلیف مہیا کیا ہم بھی ان تینوں چیزوں یعنی دیانتداری،کفایت شعاری اور بہتر منصوبہ بندی کے ذریعے پورے عالم اسلام کے فقر وافلاس اور زوال وانحطاط کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

کرپشن اور بد دیانتی:

کر پشن اور بد دیانتی ہمارے معاشرے کا ایسا ناسور ہے جس نے آج ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔حکمران ہو ں یا عوام جس کو جب ،جہاں اور جیسا موقع ملتا ہے وہ لوٹ کھسوٹ ،بددیانتی اور کرپشن سے خود کو نہیں بچاپا تا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید انہی حالات کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ قرب قیامت میں دیانت وامانت کو اٹھا لیا جائے گا لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلے یا فلاں علاقے میں ایک شخص ہے جو بڑا امانت دار اور دیانت دار ہے۔ آج اگر ہماری ریاستیں،ہمارا معاشرہ، ہمارے ممالک ،ہمارے ادارے اور ہماری انفرادی زندگی کرپشن اور بد دیا نتی کی لعنت سے پاک ہو جائے تو دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔

ظلم وزیادتی اور ناانصافی:
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ معاشرے کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتے ہیں لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتے۔ آج ہمارے ہا ں ظلم کی جو مختلف شکلیں رائج ہیں،ناانصافی کے جو افسوسناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں ان کی وجہ سے بھی امت مسائل و مشکلات کا شکار ہے۔ غیروں اور دشمن کے مظالم اور زیادتیاں تو اپنی جگہ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ہر طاقت ، قوت،دولت اور اثر رسوخ رکھنے والا دوسروں کو اپنے ظلم و زیادتی کا نشانہ بنارہا ہے ،انصاف اور مساوات کے تصورات معدوم ہوتے چلے جارہے ہیں ،جب تک ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر انصاف کی بالادستی اور نظامِ عدل کے نفاذ کیلئے کو شش نہیں کر یں گے اس وقت تک ہما رے مسائل کم ہونے کی بجائے بڑھتے چلے جائیں گے۔

احساس کمتری:
ہمارے مسائل کی ایک بڑی بنیاد احساس کمتری بھی ہے۔اس احساس کمتری کی وجہ سے مرعوبیت ،دوسروں کی غلامی اور حاشیہ نشینی ،بیرونی قوتوں کی مداخلت اور ڈکٹیشن قبول کرنے سے لے کر اپنی اقدار و روایا ت کو ترک کر کے دوسروں کی نقالی اور ان کی تہذیبوں کو فخر کے ساتھ اپنانے کی جو روش چل نکلی ہے اس سے بھی چھٹکارہ حاصل کر نا از حد ضروری ہے جب تک ہمیں سر اٹھا کر جینے کا ہنر نہیں آجاتا ،اپنی خود مختاری کی حفاظت کا سلیقہ نہیں آتا،اپنی اقدار وروایات پر ناز کر نے کی ہمت نہیں ہو تی اس وقت تک ہم کسی کو کیا الزام دے سکتے ہیں ؟

طبقاتی تفریق:
ہمارے مسائل و مشکلات کی ایک بڑی وجہ طبقاتی تفریق بھی ہے۔V.I.P کلچر ،جا گیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام اور بیوروکریسی کی مختلف شکلیں اس طرح ہمارے اوپر مسلط ہیں کہ کبھی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ہم نے طبقاتی اور معاشرتی اونچ نیچ اور ذات پات کے چکر میں ہندوؤں کو بھی مات دے دی ہو، ہمارے قواعد وضوابط اور قوانینِ جزا و سزا ہر ایک کے لئے الگ الگ ہیں۔ امیر اور طاقتو ر ہر قسم کے قاعدے اور ضابطے سے مستثنیٰ ہے اور غریب ہر ظلم و زیادتی کا شکار ہیں حالانکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال کو سابقہ قوموں

کی تباہی وبربادی کی بنیادی وجہ قرار دے کر اس سے اجتناب کا درس دیا تھا۔

ذرائع ابلاغ پر غیروں کا غلبہ:

اسی طرح ہمارا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ وہ کسی بھی شکل میں ہوں ان پر کسی نا کسی درجے میں غیروں کی چھاپ نظر آتی ہے۔اگرچہ میڈیا کے بعض ادارے اور کچھ افراد اپنی طرف سے اصلاح احوال کی کوششوں میں بھی مصروف عمل ہیں اور انفرادی طور پر کئی لوگ ایسے ہیں جنہیں اس شعبے میں امید کی کرن کہا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر جس طرح ذرائع ابلاغ فحاشی وعریانی پھیلانے،اپنی اقدار وروایات کو ختم کر کے غیروں کی تہذیب مسلط کرنے اور فکری حوالوں سے غلط فہمیاں اور گمراہی پھیلانے میں جو کردار ادا کررہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں عالمی سطح پر میڈیا کی اسلام دشمن ،مسلم کش،اخلاق باختہ اور حیاسوز پالیسیوں کے تدارک کے لیے امت مسلمہ نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا نہ اس صورتحال کی تلافی کی کوئی سنجیدہ کوشش کی جس کا خمیازہ آج ہم سب کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔اس لیے ہم سب کو بالخصوص ہمارے حکمرانوں اور میڈیا سے وابستہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو امت کو اس سنگین مشکل سے نجات دلانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

دوسروں کی اصلاح اور خود سے غفلت:

یہ بھی ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہمارے ہا ں جو بھی امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات کے اسباب کی نشاندہی کر کے ان کے تدارک اور امت کی اصلاح کا بیڑہ اٹھاتا ہے وہ ہمیشہ اصلاح کا عمل دوسروں سے شروع کرتا ہے اور خود کو بھول جاتا ہے۔عوام حکمرانوں کو کوستے ہیں اور حکمران عوام کو تمام خرابیوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔اگر ہم دیکھیں تو اس وقت ہمارے حکمرانوں اور عوام کا رخ اور ترجیحات ہی مختلف ہیں۔حکمران غیروں کے مقاصد کی تکمیل میں لگے ہیں اور انہیں عوامی مسائل ومشکلات سے نہ صرف یہ کہ کوئی سروکار نہیں بلکہ عوامی اضطراب کا احساس وادراک تک نہیں۔یہ اعتماد کا فقدان اور الزام تراشی کی روش صرف عوام اور حکمرانوں کے مابین ہی نہیں ہے بلکہ مختلف طبقات اور مختلف افراد بھی اس کا شکار ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی ہم سب قول وفعل کے بدترین تضاد میں مبتلا ہیں اس لیے ہمیں سب سے پہلے اپنی

اصلاح کرنی ہو گی،معاشرے میں پھیلی تاریکیوں اور ظلمت شب کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے حصے کا چراغ جلانا ہوگا،اور امت کو اجتماعی ، انفردی ، حکومتی اور عوامی مسائل ومشکلات سے نجات دلانے کےلئے تن من دھن کی بازی لگانی ہو گی۔اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے ۔آمین ۔

(4) مسجد اقصیٰ (تعارف اور مختصر تاریخ)

الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

مسجد اقصیٰ کا محل وقوع

مسجد اقصیٰ شام کے علاقے (یعنی موجودہ فلسطین) میں واقع ہے اور اس کو القدس بھی کہا جاتاہے، القدس یروشلم کا عربی نام ہے۔ اسلام سے قبل اس کا نام ایک رومی بادشاہ ہیرڈوس نے ایلیا رکھا تھا اور یہ بحر روم سے ۵۲ کلو میٹر ، بحر احمر سے ۲۵۰ کلو میٹر اور بحر مردار سے ۲۲ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بحر روم سے اس کی اونچائی ۷۵۰ میٹر اور بحر مردار کی سطح سے اس کی بلندی ۱۱۵۰ میٹر ہے۔ سب سے پہلے یہاں یبوسین آکر آباد ہوئے، ایک روایت ہے کہ اس شہر کو ”سام بن نوح“ نے آکر آباد کیا۔ سب سے پہلے ۱۰۱۳ قبل مسیح میں سیدناداؤد علیہ السلام نے اس کو فتح کیا۔ خطط الشام ج:۵،ص:۲۵۲، القدس دراسۃ وتاریخیۃ)

مسجد اقصیٰ کی تاریخی حیثیت

ایک قول ہے کہ زمین پر پہلی مسجد، مسجد ِاقصیٰ ہے، لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ قرآن مجید کی روشنی میں اس زمین پر اللہ کی عبادت کے لیے جو سب سے پہلا گھر و مسجد بنائی گئی وہ مسجد بیت الحرام ہے، جس کو فرشتوں نے تعمیر کیا ہے: جیساکہ بخاری شریف میں بھی سیدناابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس میں یہ صراحت ہے کہ مسجد بیت الحرام کی تعمیر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں چالیس سال کا عرصہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسجد بیت الحرام کو ابن آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سیدناابراہیم علیہ السلام بیت الحرام کے اور سیدناسلیمان علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ کے مجدّد ہیں، نہ کہ مؤسس۔ اور مسجدِ اقصیٰ کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے، جس میں معراجِ نبوی ﷺکا تذکرہ ہے۔(الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص:۸-۱۰)

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ادوار اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ مسجد اقصیٰ کا مؤسّسِ اول کون ہے:

پہلا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے فرشتوں نے تعمیر کی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سیدناآدم علیہ السلام نے سب سے پہلے تعمیرکی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سیدناسام بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے تعمیر کرنے والے ہیں۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ سیدناداؤداورسلیمان علیہما السلام پہلے تعمیر کرنے والے ہیں۔

علامہ احمد بن عبد الواحد المقدسی فرماتے ہیں کہ ان سب روایتوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ سب سے پہلے فرشتوں نے ، پھر سیدناآدم علیہ السلام نے، پھر سیدناسام بن نوح علیہ السلام نے اور پھر سیدناداؤد وسلیمان علیہما السلام نے بالترتیب تعمیر کیا ہو۔(حوالہ سابقہ)

مسجد اقصیٰ پر آنے والے حوادثات

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے بعد اس پر مختلف قسم کے حوادثات آئے، جس کی وجہ سے دوبارہ اس کی تجدید اور تأسیس کی ضرورت پڑتی رہی،لیکن تاریخ کی کتابوں میں چھ(۶) حوادثات کا ذکر ہے، جن میں سرِ فہرست حوادث:

باہر سے القدس پر حملہ ہونا، مسجد کو دو مرتبہ نقصان پہنچنا ہے۔ ان دو واقعوں کا ذکر قرآن پاک کی سورۂ اسراء کے شروع میں ہے۔

پہلا واقعہ جس میں مسجد کی تعمیر کو نقصان پہنچا، وہ سیدناسلیمان علیہ السلام کی وفات کے ۴۱۵ برس بعد ۵۸۸ ق-م میں پیش آیا، جب اہلِ فارس کے بادشاہ بخت نصر نے اس پر حملہ کیا اور پورے شہر کو آگ لگادی، جس میں مسجد کی عمارت منہدم ہوگئی، پھر شاہ ایران کے تعاون سے دوبارہ اس کی تعمیر ہوئی۔
دوسرا واقعہ ۶۳ ق-م میں ہوا، جس میں دوبارہ رومی قابض ہوگئے۔ پھر سیدناعیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے چالیس سال بعد ۷۰ء میں طیطلس نامی بادشاہ نے اس شہر کو بالکل تباہ کردیا، اس میں بھی مسجد کو نقصان پہنچا۔ ۱۳۵ء میں رومی بادشاہ ہیرڈوس نے اس شہر کو دوبارہ بسایا اور اس کا نام ایلیاء رکھا۔ ۶۱۴ء میں دوبارہ اہل فارس نے قبضہ کرلیا، لیکن مسجد اقصیٰ ۷۰ء سے سیدناعمررضی اللہ عنہ کے زمانے تک ویران رہی۔(تفسیر حقانی، ج:۵،ص:۷۱/۶۴، خطط الشام ،ج: ۵،ص:۲۵۲)
مسجد ِاقصیٰ کا اسلامی دور
سیدناعمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدناابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ان کے سامنے اپنا پیغام رکھا، نہ ماننے کی صورت میں قتل اور صلح کی صورت میں جزیہ اور خراج کا حکم سنایا، تو وہ ایک شرط پر صلح کے لئے تیار ہوگئے کہ خلیفۂ وقت صلح کے لئے خود تشریف لائیں۔ سیدناابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدناعمررضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو سیدناعمررضی اللہ عنہ، سیدناعلی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے بیت المقدس جانے پر راضی ہوگئے، یوں ۱۷ھ میں سیدناعمررضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسجد اقصیٰ اسلام کے سائے میں آگئی۔ سیدناعمررضی اللہ عنہ نے مسجد کو صاف کروایا اور وہاں پر مسجد تعمیر کرالی، جس کو مسجد عمررضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔(البدایہ والنہایہ،ج: ۱۲،ص:۳۴۴تا ۳۴۸/الروختین فی اخبار الدولتین،ج: ۳،ص:۲۰۶-۲۶۰)
اسلامی دور میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر وترقی
۱۷ھ میں فتح کے کافی عرصہ بعد اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے ۶۵ھ میں اس کی تعمیر اور مرمت کا آغاز کیا اور ولید بن عبد الملک نے مصر کے سات سال کا خراج اس کی تعمیر کے لئے وقف کردیا تھا۔ ۱۳۰ھ اور ۱۵۸ھ کے زلزلوں میں اس کی عمارت کو نقصان پہنچا تو ۱۶۹ھ میں مہدی کے دور حکومت میں دوبارہ اس کی تعمیر نو کی گئی۔ ۴۰۷ھ کے زلزلے میں قبّہ کی دیوار یں منہدم ہوگئیں تو ۴۱۳ھ میں ظاہر فاطمی نے اس کی دوبارہ تعمیر کی اور افرنگی بادشاہوں نے مسلمان بادشاہوں کی

کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پر حملہ کردیا اور سیدناعمررضی اللہ عنہ کے برخلاف اس بادشاہ نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور مسجد کی بے حرمتی کی اور مسجد میں گھوڑوں کے لئے اصطبل بنایا، جس کو "اصطبل سلیمان" کہا جاتا تھا اور مال متاع لوٹ لیا تھا۔ ۹۱ سال تک مسجد اقصیٰ ان کے قبضہ میں رہی۔ پھر سلطان نور الدین زنگی کے فتوحات کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ان کے جانشین سلطان الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب نے ۵۵۳ھ میں دوبارہ قبضہ کرلیا اور مسجد کی صفائی کروا کر اس کی مرمت کی۔(معجم البلدان،ج: ۵،ص:۱۶۸،خطط الشام، ج:۵،ص:۲۵۲،۲۵۳)

اس کے بعد مسلمان بادشاہ اس کی مرمت اور تزیین میں حصہ لیتے رہے: ۶۵۵ھ میں ملک معظم نے، ۶۶۸ھ میں ظاہر بیبرس نے، ۷۸۶ھ میں منصور قلادوں نے، ۷۶۹ھ میں ملک اشرق نے، ۷۸۹ھ میں ظاہر برثوق اور ظاہرجقمق العلائی نے، ۸۷۷ھ میں الاشرف ابو النصر نے تجدید کی۔

خلافتِ عثمانیہ کے خلفاء بھی حصہ لیتے رہے، خاص طور پر سلیمان القانونی نے ۹۴۹ھ میں تجدید کی۔ اس کے بعد عثمانی خلفاء نے اس کی طرف خاص توجہ نہ دی، بہرحال پھر بھی ۱۲۳۲ھ، ۱۲۵۶ھ، ۱۲۹۱ھ اور اس کے بعد بھی تزیین وآرائش کا کام جاری رہا اور موجودہ تعمیر ترک سلاطین کے دور میں سلطان عبد الحمید(۱۸۵۳ء) اور سلطان عبد العزیز (۱۸۷۴ء) کے دور حکومت کی تعمیر کردہ ہے۔(خطط الشام،ج: ۵،ص:۲۵۱،۲۵۲۔ القدس دراسةً تاریخیةً)

مسجد ِاقصیٰ کی مساحت

مسجد اقصیٰ کا اطلاق اس پورے احاطے پر ہوتا ہے، جس کو سیدناسلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا ہے اور اس پر مسجداقصیٰ کا اطلاق کیا ہے۔ اس اعتبار سے اور ہردورمیں گز اور میٹر کے اختلاف کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کے طول وعرض میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں۔

"احسن التقاسیم" اور "مختصر کتاب البلدان" میں ہے کہ مسجد کی لمبائی ایک ہزار گز اور چوڑائی ۷۰۰ گز ہے۔(احسن التقاسیم، ۱۴۷)

"معجم البلدان" میں ہے کہ اس کی لمبائی اس کی چوڑائی سے زیادہ ہے۔

ناصر خسرو نے اپنے سفرنامے میں جو ۴۳۸ھ میں ہوا، اس میں لکھا ہے کہ مسجد بیت المقدس کی لمبائی ۷۵۴ گز اور چوڑائی ۴۵۵ گز ہے، یہ خراسان وغیرہ کے گز کے حساب سے ہے۔

ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں جو ۵۷۸ھ۔ ۵۸۱ھ میں ہوا، اس میں لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ کی ۷۸۰ گز لمبائی اور ۴۵۰ گز چوڑائی ہے اور حدود

حرم کے اندرونی ہال کا طول ۶۰۰ گز اور عرض ۷۰۰ گز ہے، نہایت عمدہ اور خوبصورت نقش ونگار کیا ہوا ہے۔
تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد اقصیٰ روز اول سے جن حدود پر قائم ہوئی، آج بھی انہیں حدود پر قائم ہے۔ کبھی چار دیواری کے اندر پورے احاطے کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے اور کبھی صرف اس خاص حصہ کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔(القدس دراسة تاریخیة)
مسجد اقصیٰ کے متعلق فضائل
مسجد اقصیٰ کے فضائل احادیث میں آئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ:
"رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ (کسی دوسری جگہ کے لئے) تم اپنے کجاووں کو نہ باندھو (یعنی سفر نہ کرو): مسجد حرام، مسجد رسول (یعنی مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ"۔ (بخاری ج:اص:۱۰۸)
ایک روایت میں ہے کہ:
"جو شخص بیت المقدس میں نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمائیں گے"۔ (فضائل بیت المقدس، ص:۱۰۷)
مسجد اِقصیٰ کی حدود میں دیگر بھی ایسی چیزیں موجود ہیں، جو مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں، جن میں سے حدود حرم میں واقع قبے، مینارے اور مدرسے ہیں، جن کو مسلمان بادشاہ مختلف ادوار میں تعمیر کرواتے رہے، ان میں سے چندمشہور قبّوں کے نام یہ ہیں:قبة المعراج، قبة السلسلة، قبة النحویة، قبة الصخرة۔(خطط الشام، ۲۵۷/۵)
ان سب میں سے زیادہ مقدس قبة الصخرة ہے، جس کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔
قبة الصخرة !
قبہ گنبد کو اور الصخرة چٹان کو کہتے ہیں، یہ قبہ ایک چٹان پر واقع ہے۔ ناصر خسرونے اپنے سفرنامہ میں اس کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ یہ قبة الصخرة ایک چبوترہ میں واقع ہے اور صخرہ قبہ کے وسط میں ہے اور قبة الصخرة مثمّن الاضلاع (آٹھ پہلوؤں والا) ہے، آٹھ پہلوؤں میں سے ہر پہلو ۳۳ گز کا ہے اور چاروں طرف دروازے ہیں اور قبہ کا اندرونی احاطہ ۵۳ میٹر ہے، سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر کی طرف پہنچتے ہیں، سیڑھیوں کے اختتام پر دروازے ہیں اور قبہ کا اندرونی حصہ تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلے میں چٹان، دوسرے میں ستون اور تیسرا حصہ دروازے کے ساتھ متصل ہے۔
قبہ میں اندر کی طرف ستون کی دوقطاریں ہیں۔ پہلی قطار چٹان کے اردگرد ہے، اس میں چار بڑے مربّعة الاضلاع (چار پہلوؤں والے) اور دو گول

چھوٹے ستون ہیں۔ دوسری قطار ذرا فاصلہ پر ہے، اس میں آٹھ بڑے مسدّسة الاضلاع (چھ پہلوؤں والے) اور(۱۶) سولہ چھوٹے ستون ہیں اور ان ستونوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔
سب سے پہلے اس کی تعمیر خلیفہ عبد الملک بن مروان نے کی ہے یا تاریخ یعقوبی کے مصنف نے یہ ایک بات نقل کی ہے کہ جب خلیفہ عبد الملک بن مروان کا سیدناعبد اللہ بن زبیررضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا تو حجاز پر سیدناعبد اللہ بن زبیررضی اللہ عنہ کا کنٹرول تھا ، خلیفہ نے لوگوں کی توجہ حرمین شریفین سے ہٹانے کے لئے مسجد اقصیٰ میں قبة الصخرة تعمیر کروایا، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ تاریخ یعقوبی کا مصنف شیعہ ہے اور وہ اموی خلفاء کو (اپنی شیعیت کی وجہ سے)پسند نہیں کرتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اسی دور میں جامع مسجد دمشق اور دیگر مقدس مقامات پر شاندار، خوبصورت عمارتیں تعمیر کروائیں، یہ بھی ان میں سے ہے۔(خطط الشام،ج: ۵ص:۲۵۳، تاریخ یعقوبی،ج: ۲ص:۱۸۲ ،القدس)
بہرحال قبة الصخرة اموی دور کا ایک اہم شاہکار تصور کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کی رونق میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ قبة الصخرة کی تعمیر مشہور تابعی ''رجاء بن حیوہ'' اور ''یزید بن سلام'' کی نگرانی میں مکمل ہوئی، جب تعمیر مکمل ہوئی تو ان حضرات نے خلیفۂ وقت کو لکھا کہ ایک لاکھ دینار بچ گئے ہیں، تو خلیفہ نے ان کو ان کی ایمان داری اور دیانت کا انعام دینا چاہا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس اعزاز میں اور نعمت کے شکرانے کے طور پر اپنی بیویوں کے زیور اس پر لگادیں، چہ جائیکہ اس کے بدلے انعام لیں، تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کے سونے کو پگھلا کر طلا کاری کردی جائے۔ یہ ان کے اخلاص کا نتیجہ تھا۔(فضائل بیت المقدس،ص:۷۳)
الصخرة
یہ قبہ جس چٹان پر واقع ہے، وہ چٹان ایک قدرتی پتھر ہے، جس کی لمبائی ۵۶ فٹ اور چوڑائی ۴۲ فٹ ہے اور نیم دائرے کی غیر منظم شکل ہے۔ ناصر خسرو اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ اس کا کل احاطہ ۱۰۰ گز ہے اور یہ غیر منظم شکل ہے اور نہ ہی مدوّرة اور نہ ہی مربّعة، یہ عام پہاڑوں کی طرح ہے۔(القدس دراسة تاریخیة)
اس چٹان کے کئی فضائل ہیں ۔ سیدناابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ چٹان جنت کی چٹانوں میں سے ہے۔ اکثر مؤرخین کے نزدیک یہ وہی جگہ ہے، جہاں پر اسرافیل علیہ السلام کھڑے ہوکر نفخۂ اخیرہ

پھونکیں گے۔ یہی انبیاء سابقین علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے اور۱۶،۱۷ ماہ تک نبی کریم ا بھی اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ یہودیوں کا قبلہ اول ہونے کی وجہ سے عیسائی وہاں پر کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے، جب سیدناعمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو اس کو صاف کروایا۔(فضائل بیت المقدس،ص:۱۲۳)

غار

اسی چٹان کے نیچے ایک غار ہے، جو مربعہ شکل میں ہے ۔اس غار کی لمبائی ۱۱ فٹ اور زمین سے اونچائی ۳۰ فٹ ہے۔ غار تک پہنچنے کے لئے قبلہ کی طرف گیارہ سیڑھیاں ہیں اور غار کے دروازے کے پاس ایک عمارت ہے جو دوستونوں پر مشتمل ہے اور سنگ مرمر سے اس کی تزیین کی گئی ہے ۔ عمارت کے اندر دو محراب ہیں۔ محراب کے نیچے دوستون انتہائی خوبصورت اور سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہیں۔ دائیں طرف والے محراب کے سامنے ایک چبوترہ ہے، جس کو مقامِ خضر کہا جاتا ہے۔ شمال میں واقع چبوترہ کو ”باب الخلیل“ کہا جاتا ہے۔ قبّہ اور غار کا فرش خوبصورت سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے،جس سے اس کی چمک اور خوبصورتی میں اور اضافہ ہوتا ہے۔(خطط الشام،ج:۵ص:۲۵۴)

مسجد کا اندرونی حصہ

مسجد کے اندرونی حصے کے مغربی جانب جامع النساء ہے، جس کو فاطمیین نے تعمیر کروایا اور مغربی جانب جامع عمر رضی اللہ عنہ ہے، جس کو سیدناعمر رضی اللہ عنہ نے فتح کے بعدتعمیر کرایا تھا اور اسی عمارت کی طرف ایک بڑا خوبصورت ایوان ہے، جس کو” مقامِ عزیر“ کہا جاتا ہے، اسی ایوان کے شمال کی جانب ایک خوبصورت محراب ہے، جس کو” محرابِ زکریا“ کہا جاتا ہے اور اس کی لمبائی اور چوڑائی ۶ ۰ ۶ میٹر ہے۔ مغربی جانب ایک لوھے کا جنگلہ ہے، جس میں ایک محراب” محرابِ معاویہ رضی اللہ عنہ “کے نام سے ہے۔ قبلہ کی جانب ایک بڑا محراب ہے، جس کو محرابِ داؤد کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک منبر ہے، یہ منبر سلطان نور الدین زنگی نے مسجد اقصیٰ کے لئے بنوایا تھا، خود انتقال کرگئے ، لیکن ان کے جانشین سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کو فتح کے بعد حلب سے منگوا کر نصب کیا۔(خطط الشام،ج: ۵ص:۲۵۵)

دیوارِ براق

یہ دیوار دم کے جنوب مغرب میں ہے، اس کی لمبائی ۴۷ میٹر اور بلندی ۱۷ میٹر ہے۔ روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے معراج والی رات یہاں اپنی سواری باندھی تھی، اسی مناسبت سے اس کو دیوار براق کہتے ہیں۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ سیدناعمر رضی اللہ عنہ نے فتح کے بعد کعب احبارسے پوچھا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ انہوں نے فرمایا کہ چٹان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تاکہ سارا قُدُس آپ کے سامنے ہو۔ سیدناعمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے تو یہودیوں سے ملی جلی بات کہی، میں تو وہاں پر نماز پڑھوں گا، جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ قبلہ کی جانب گئے اورفاتحین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ براق باندھنے کی جگہ کے قریب نماز پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں پر مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔(البدایہ والنہایہ ج:۱۲ص:۳۴۷۔خطط الشام،ج: ۵ص:۲۵۵/ القدس دراسةً تاریخیةً)

مینارے

مسجد اقصیٰ کے شمال اور مغرب کی جانب چار مینارے تھے، یہ چاروں مینارے چاروں دروازوں کے ساتھ تعمیر کئے گئے تھے، ان کو باب المغاربة کا مینارہ، باب السلسلہ کا مینارہ، باب؟ کا مینارہ اور باب الاسباط کا مینارہ کہا جاتا ہے۔ یہ مینارے ممالیک کے دور حکومت (۷۶۹ھ تا۱۳۶۷ھ) میں تعمیر ہوئے۔(خطط الشام،ج: ۵ص:۲۵۴)

مسجد اقصیٰ میں تعلیم وتعلّم اور علمی شخصیات

مسلمان بادشاہوں نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اس میں تعلیم و تعلّم کے لئے بھی سہولتیں فراہم کیں: طلباء کے لئے کمرے اور درسگاہیں تعمیر کیں، ان میں سے جامعة المغاربہ، مدرسہ عثمانیہ، مدرسہ کریمیہ، مدرسہ باسطیہ اور مدرسہ طولونیہ وغیرہ تعمیر کرائے۔ مسجد اقصیٰ کی طرف بہت سی علمی اور مذہبی شخصیات نے سفر کئے، جن میں مشہور نام یہ ہیں: سیدناعمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ متوفی۳۴ھ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ متوفی۵۸ھ وہیں رہے۔ مشہور مفسر مقاتل بن سلیمان المتوفی سنہ۱۵۰ھ اور فقیہ امام عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی متوفی ۱۵۷ھ اور عراق کے مشہور عالم امام سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ اور مصر کے امام لیث بن سعد متوفی ۱۷۵ھ اور فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۳ھ اور حجة الاسلام متوفی ۴۸۸ھ ہیں رحمہم اللہ ۔

اس کے بعد عیسائیوں کے قبضہ میں جانے کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہوگیا تھا ، لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی فتح کے بعد دوبارہ اس میں تعلیم اور تعلّم کا سلسلہ جاری ہوگیا اور ہندوستان کے مشہور خطیب مولانا محمد علی جوہر کا مقبرہ مدرسہ خاتونیہ کے باہر واقع ہے۔(معجم البلدان،ج: ۵ص:۱۷۲ باعث النفوس الی زیارة القدس والخلیل)

بیت المقدس پر لکھی جانے والی چند اہم کتابیں :

١-مشیر الغرام الی زیارۃ القدس والشام: للامام شہاب الدین ابی محمود بن تمیم المقدسی متوفی ٧٦٥ھ

٢-الجامع المستقصیٰ فی فضائل المسجد الاقصیٰ۔ للامام بہاء الدین ابی محمد القاسم ابن ہبۃ بن عساکر۔

٣-الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل۔ للامام الدین الحنبلی العلیمی المتوفی ٩٢٧ھ

۴-فضائل بیت المقدس، للامام ابی المعالی المشرف بن المرجی بن ابراہیم المقدسی المتوفی ۴٩٢ھ

۵-باعث النفوس الی زیارۃ القدس المجروس، للشیخ برہان الدین الفراری المعروف بابن القرقاح۔

۶-فضائل بیت المقدس لابن الجوزی۔

٧-بیت المقدس والمسجد الاقصیٰ، دراسۃً تاریخیۃً، مولفۃ محمد حسن التراب۔

٨-المسجد الاقصیٰ والصخرۃ المشرفۃ، ابراہیم الغنی۔

٩-القدس، جراسۃ تاریخیۃ حول المسجد الاقصیٰ والقدس الشریف للدکتور عبد الفتاح حسن ابوعلیہ۔

١٠- فضائل بیت المقدس، للامام الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد بن احمد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴٣ھ

مراجع:

١-بخاری۔

٢-سنن ابن ماجۃ۔

٣-تفسیر حقانی۔

۴-البدایۃ والنہایۃ۔

۵- کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین لابی شامۃ۔

۶-فضائل بیت المقدس للامام ابی المعالی المشرف المرجی المقدس ۴٩٢ھ

٧-فضائل بیت المقدس للامام الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد بن احمد المقدسی الحنبلی ۶۴٣ھ

٨-القدس:تاریخیۃ دراسۃ للدکتور عبد الفتاح حسن ابوعلیہ۔

٩-الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل للامام مجیر الدین الحنبلی ٩٢٧ھ

١٠-معجم البلدان، یاقوت حموی۔

١١- خطط الشام، محمد کر دعلی۔

١٢-احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم لمحمد الیشاری۔

(5) غصے کا علاج

عن سليمان بن صرد رضي الله عنه قال : استب رجلان عند النبي ﷺ فجعل أحدهما يغضب ويحمر وجهه و تنتفخ أوداجه فنظر إليه النبي ﷺ فقال : إني لأعلم كلمة لو قالها لذهب ذا عنه :" أعوذ بالله من الشيطان الرجيم " فقام إلى الرجل رجل ممن سمع النبي ﷺ فقال : تدري ما قاله رسول الله ﷺ آنفا ؟ قال : لا، قال: إني لأعلم كلمة لو قالها لذهب عنه : أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ، فقال له الرجل : أمجنونا تراني؟ .

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی نبی کریم ﷺکے پاس گالی گلوچ کررہے تھے ان میں کا ایک غصے میں آگیا ، اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی رگیں پھول گئیں ، رسول اللہ ﷺنے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا :" میں ایک کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے کہہ لے تو اس کی یہ کیفیت دور ہوجائے ، وہ کلمہ ہے " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " [میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں]" چنانچہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺکا یہ فرمان سنا ان میں سے ایک شخص اس غصہ ہونے والے شخص کے پاس گیا اور کہنے لگا : کیا تم جانتے ہو کہ ابھی ابھی اللہ کے رسول ﷺنے کیا فرمایا : اس نے جواب دیا : نہیں ، آپ ﷺفرمارہے ہیں کہ ہیں میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے اگر یہ پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے ، وہ کلمہ ہے : " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " اس شخص نے کہا کہ کیا تو مجھے پاگل سمجھ رہا ہے .(صحيح البخاري : 3282 ، بدء الخلق / صحيح مسلم : 2610 ، البر / الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

تشریح :

غصہ ایک ایسا اخلاقی مرض ہے کہ اگر فوری اور صحیح علاج نہ کیا گیا تو اس کا اثر باہمی نا اتفاقی ، حسد و کینہ ، بغض و نفرت ، گالی و گلوچ حتٰی کہ مارپیٹ ، قتل و خونریز ی ، طلاق اور مال و اولاد پر بد دعا کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ، اس لئے اپنے دین و ایمان پر حریص شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس مرض کا علاج کرے .

واضح رہے کہ سب سے بہتر اور کامیاب وہ علاج ہے جس کی طرف اسلام نے رہنمائی کی ہے ، چنانچہ جب ہم نصوصِ شرع پر غور کرتے ہیں تو اس مرض کے بہت سے علاج کی طرف ہماری رہنمائی ہوتی ہے ، اختصار کے ساتھ وہ بعض علاج درج ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت :

یعنی ایک مومن یہ سوچے کہ اللہ اور اس کے رسول نے غُصّہ آنے پر صبر سے کام لینے اور لوگوں کی غلطی کو معاف کردینے کا حکم دیا ہے ، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے :
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ
فصلت – 34
” اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔ “
اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرِ قرآن سیدنا ابن عباس tبیان کرتے ہیں کہ ، اس سے مراد غُصّہ کے وقت صبر کرنا اور برائی کو معاف کرنا ہے ۔ [صحیح بخاری معلقا]۔
بُرے نتائج پر غور :
غصہ کو پی جانے کا ایک بہترین علاج یہ ہے کہ غصہ کےدینی و دنیوی نتائج پر غور کرے کہ بسا اوقات ایک شخص غصہ میں ایسی بات کر جاتا ہے یا ایسی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے جس سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہوجاتی ہے ۔
پرہیز:
ان اسباب اور چیزوں سے پرہیز (اجتناب)کرے جو غصہ بڑھاتے ہیں ۔
اجر و ثواب کی نیت :
اُن فضائل ، اجر و ثواب کو اپنے پیش نظر رکھے جو غصہ پی جانے اور غصہ پر کنٹرول کرنے کے عوض حاصل ہوتے ہیں ۔ جیسے :
اللہ و رسول ﷺ کی محبت :
غصہ پر کنٹرول کرنا اللہ اور اُسکے رسولﷺ کی محبّت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بنو قیس کے ایک شخص سے فرمایا : تمہارے اندر دو ایسی عادتیں ہیں جنہیں اللہ اور اس کےرسول ﷺپسند کرتے ہیں ، برد باری اور سنجیدگی ۔ [صحیح مسلم بروایت ابن عباس] ۔ بردباری یعنی غصہ کی حالت میں انتقام کی طاقت کے باوجود صبر سے کام لینا ۔
جنت میں داخلہ :
غصہ پر کنٹرول کرنا جنت میں داخلہ کا ذریعہ ہے،ایک صحابی نے سوال کیا اے اللہ کے رسولﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ اس پر عمل کرلوں تو مجھے جنت مل جائے ، آپ ﷺ نے فرمایا : غصہ نہ کرو تمہیں جنت میں داخلہ مل جائے گا ۔ [الطبرانی الاوسط : بروایت ابو داود] ۔

اللہ کے غضب سے بچاو :
غصہ پر کنٹرول کرنا اللہ کے غضب سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، ایک شخص نبی ﷺ سے سوال کرتا ہے کہ وہ کونسا عمل ہے جو مجھے اللہ کے غضب سے محفوظ رکھے آپ ﷺنے فرمایا : تم غصہ نہ کرو (اللہ تعالیٰ تم پر بھی غصہ نہ ہوگا) [مسند احمد بروایت عبدا للہ بن عمرو].
بہت بڑے اجر کا حصول :
غصہ پر کنٹرول کرنا بہت بڑے اجر کے حصول کا ذریعہ ہے، ارشاد نبوی ﷺہے کہ : اللہ تعالی کے نزدیک غصہ کا گھونٹ پی جانے سے زیادہ اجر والا کوئی اور گھونٹ پینا نہیں ہے ۔ [ابن ماجہ ، بروایت عبد اللہ عمر]
جنت کی حور :
غصہ پر کنٹرول کرنا جنت کی من چاہی حوروں کے حصول کا ذریعہ ہے،ارشاد نبی ﷺ: جو شخص انتقام کی قدرت کے باوجود غصہ پی جاتا ہے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر فرمائے گا کہ آج تم جنت کی جس حور کا انتخاب کرنا چاہو جاکر انتخاب کرلو ۔ [ابو داود الترمذی ، بروایت انس بن معاذ] ۔
ذکر الہی :
غصہ جیسی اخلاقی بیماری کے شرعی علاج میں ایک اہم علاج ذکرِ الہٰی ہے، جیسے " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم " پڑھنا ۔ جیساکہ زیرِ بحث حدیث میں بیان ہوا ہے ۔
تبدیلیِ حالت:
غصہ کرنے والا جس حالت پرہے اسے بدل دے ،نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہوتو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہوتو لیٹ جائے ۔ [سنن ابو داود ، بروایت ابو ذر] ۔
اور اگر مناسب سمجھے تو وہ اُ س جگہ ہی کو چھوڑدے اور دورہٹ جائے ۔
خاموشی :
آپ ﷺ کا ارشاد ہے : " سکھاؤ (یعنی لوگوں کو تعلیم دو) ، بشارت (خوشخبری) سناو اور سختی نہ کرو "{ یہ بات آپ نے تین بار بیان فرمائی } پھر دوبارہ فرمایا :" اگر کسی کو غصہ آئے تو وہ خاموش ہوجائے " [مسند احمد بروایت ابن عباس]
اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

(6) ليلة القدر

اول :

نبی مکرمﷺرمضان کے آخری عشرہ میں بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے ، اس میں نماز ، اورقرات قرآن اوردعا وغیرہ جیسے اعمال بہت ہی زیادہ بجالاتے تھے ۔

امام بخاری اورمسلم رحمہم اللہ نے اپنی کتاب میں سیدہ عائشۃ رضي اللہ تعالی عنہا سے بیان کیا ہے کہ :

جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی اکرمﷺرات کوبیدار ہوتے اوراپنے گھروالوں کو بھی بیدار کرتے اورکمر کس لیتے تھے ۔

اورمسند احمد اورمسلم شریف میں ہے کہ :

رمضان کے آخری عشرہ میں نبیﷺاتنی زیادہ کوشش کیا کرتے تھے جوکسی اورایام میں نہیں کرتے تھے۔

دوم :

نبی اکرمﷺنے لیلۃ القدر میں اجروثواب حاصل کرنے کے لیے قیام کرنے پر ابھارا کرتے تھے ۔

ابوھریرہ رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمﷺنے فرمایا :

جوبھی لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اجروثواب کی نیت سے قیام کرے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں ۔(متفق علیہ)

یہ حدیث لیلۃ القدر میں قیام کی مشروعیت پر دلالت کررہی ہے ۔

سوم :

لیلۃ القدر میں سب سے بہتر اوراچھی دعا وہی ہے جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ نے سکھائي ہے ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں میں نے رسول اکرمﷺسے کہا :

اے اللہ تعالی کے رسولﷺمجھے بتائیں کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہوجائے تومجھے اس میں کیا کہنا چاہیئے ؟

نبیﷺنے فرمایا :

تم یہ کہنا : اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اورمعاف کرنا پسند فرماتا ہے لھذا مجھے معاف کردے ۔

چہارم :

رہا مسئلہ رمضان میں لیلۃ القدر کی تخصیص اورتحدید کا تویہ دلیل کا محتاج ہے جس میں اس کی تحدید کی گئي ہو ، لیکن یہ ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ میں اورپھر اس کے طاق راتوں اورستائسویں رات بھی

ہوسکتی ہے اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں ، ایک حدیث میں ہے کہ اسے آخری دس دنوں میں تلاش کرو ، لهذا اس کی تحدید نہیں ہوسکتی اتنا ہے کہ یہ آخری دس دنوں میں ہی گھومتی رہتی ہے ۔

پنجم :

بدعت تورمضان کے علاوہ کسی اورمہینہ میں جائز نہیں توپھر رمضان کے مبارک ایام میں یہ کیسے جائز ہوسکتی ہے ، کیونکہ نبی مکرمﷺسے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا :

جس نے بھی ہمارے اس دین میں کوئي نئی چیز پیدا کرلی جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اورایک روایت میں کچھ اس طرح ہے :

جس نے بھی کوئي ایسا عمل کیا جس پرہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے ۔

توآج کل جورمضان کی بعض راتوں میں محفلیں منعقد کی جاتی ہیں ہمیں تو اس کی کوئي دلیل نہیں ملتی ، اورسب سے بہتر اوراچھا و احسن طریقہ تو نبیﷺکا طریقہ اورسنت ہی ہے اورسب سے برا طریقہ بدعات کی ایجاد اوراس پرعمل ہے ۔ اللہ سبحانہ وتعالی ہی صحیح اعمال کی توفیق بخشنے والا ہے۔

(7) کیا اصلاح معاشرہ اب بھی ممکن ہے؟

الشیخ شاہ فیض الابرار صدیقی حفظہ اللہ

اسلام بین الاقوامی مذہب ہے اور اس کی تعلیمات بھی اس امر کا مظہر ہیں کہ ان کا تعلق صرف اہل اسلام سے نہیں بلکہ غیر مسلم حضرات کے لیے بھی اس میں باقاعدہ رہنمائی موجود ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ غیر مسلم حضرات نے جب بھی اسلام قبول کیا اس میں سب سے بڑی وجہ قرآن مجید کا مطالعہ اور دوسری اہم وجہ اہل اسلام کا مثالی کردار رہا ہے چنانچہ انسانیت نے ان کے عمل اورکردار سے متاثر ہوکر اسلام کو گلے لگایا۔

لیکن افسوس اپنے اسلاف کی شاندار تاریخ سے قطع نظر اگر ہم عصر حاضر کے اہل اسلام کی طرف دیکھیں تو صد افسوس اسلام کے ماننے والے اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جارہے ہیں، اور سچی بات تو یہ ہے کہ تعلیمات اسلامی پر عمل تو ایک طرف رہا ہماری اکثریت نے تعلیمات اسلامی کو من مانی تشریحات دیکر اسے اسلام کا نام دینا شروع کر دیا ہر فرقہ اور ہر مسلک اپنے نظریات کے مطابق اسلام کی آفاقی تعلیمات کو اپنے فرقہ کی مزعومہ حقانیت بیان کرنے میں استعمال کر رہا ہے یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ زندگی کے ہرشعبے میں ہم نے اسلامی تعلیمات کو نظرانداز کررکھا ہے اس کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے یا پھر معاملات سے ہو یا اخلاقیات سے متعلق، معاشرت ومعیشت الغرض زندگی کا ہرشعبہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح سے خالی نظر آتا ہے۔

وہ دین جس کی اساس توحید ہے اور رسول اللہ ﷺنے اپنی مکمل پیغمبرانہ زندگی اثبات توحید اور بطلان شرک کے بیان میں صرف کردی، یہاں تک کہ زندگی کے آخری ایام میں انبیاء کی قبروں کوعبادت گاہ بنا لینے پر یہودونصاری کو مطعون کرتے ہوئے دعا کی تھی کہ’اے اللہ میری قبرکوعبادت گاہ نہ بنانا-لیکن آج دیکھا جائے تو اسی دین کے ماننے والے اور اسی رسول کے پیروکاروں کا عمل دیکھیں اور پاکستان کے ہر شہر میں ایسے مناظر کثرت سے نظر آئیں گے جس کی نفی اور تردید کے لیے پیغمبر اسلام نے اپنی پوری زندگی صرف کی یعنی دن رات قبروں پر نذریں چڑھانا مردوں کومشکل کشا، حاجت روا اور غوث اعظم تصورکرنا۔

اور توحید اور رسالت کے تصور کا حسن تو مسخ ہوا ہی عبادات کی عالمگیریت کو بھی اپنے مزعومہ نظریات کے تحت محدود کر دیا یعنی وہ دین جس میں نماز، زکاۃ، روزہ اور حج بنیاد اور اساس تھی اور اگر ہم نماز کی ہی بات کریں تو اس کی یہی اہمیت کافی تھی کہ اسے عطا کرنے کے لیے خالقِ کائنات نے اپنے حبیب کو اپنے پاس بلایا تھا لیکن صد افسوس

ہماری اکثریت نے اس کی عالمگیریت کو مسخ کردیا کہ اب نماز ایک نہ رہی بلکہ حنفی نماز ، شافعی نماز ، حنبلی نماز اور مالکی نماز بلکہ اب تو فقہ جعفریہ کی نماز بھی سامنے آ چکی ہے آخر کیا امر مانع ہے کہ نماز جیسی عبادت میں ہم ایک نہیں اختلافات کی عملی شکل بن چکے ہیں سارا دن وطن عزیز میں اذانیں ہوتی رہتی ہیں فلاح کی طرف بلایا جاتا ہے لیکن نہ فلاح نظر آتی ہے اور نہ ہی خیر یہی وجہ ہے کہ مساجد صرف نماز کی ادائیگی کی جگہ بن چکی ہیں اور جبکہ دین اسلام میں مساجد ہماری مکمل زندگی کا محور اور مرکز ہے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک ہم اپنی نمازیں ایک نہیں کریں گے اور ایک ہونے کا طریقہ صرف ایک ہے اور وہ ہے کتاب و سنت کی براہ راست رہنمائی جس میں کوئی شخصیت پرستی نہ ہو اور تقلید کی وجہ سے دین اسلام کی آفاقی تعلیمات کو مشرف بہ مسلک نہ کیا جاتا ہو۔

وہ دین جس کی حقیقی پہچان اخلاقیات عظیم باب تھا اور جس کی تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺمبعوث کیے گئے تھے وہ دین جس نے معاملات کو اصل دین قرار دیا تھا، آج اسی دین کے ماننے والے اخلاقیات اور معاملات میں اس پستی تک گر چکے ہیں کہ عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار ہے کہ ججز حضرات کم پڑ رہے ہیں۔ ہر کاروباری محض دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے جھوٹ کو اپنی کاروباری مہارت گردانتا ہے فائدہ ہو تو بہت فخر سے اپنا کارنامہ بتایا جاتا ہے اور نقصان ہو تو وہ اللہ تعالی کے کھاتے میں کہ اللہ تعالی کی مرضی۔ الاماں والحفیظ منشیا ت کے بازار، ہوس کے اڈے ، شراب خانے ، جوا ، چوری، ڈاکہ زنی، قتل وغارت گری،رشوت خوری، دھوکہ دہی، بددیانتی، جھوٹ، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی آخر وہ کو ن سی اخلاقی بیماری ہے جو ہم میں نہیں پائی جاتی؟

اوراگر معاشرتی زندگی کی طرف دیکھا جائے تو جہیز کی لعنت، لڑکیوں کی وراثت کا مسئلہ، طلاق کا غلط استعمال اورہندوانہ رسم ورواج کا اختیار کرنا ذات پات کے مسائل اورمسلکی تعصب ونفرت نے ہمیں تباہ برباد کر کے رکھ دیا ہے بقول کسے :

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم
”پورا جسم زخم آلود ہے، مرہم کہاں کہاں لگائیں“

اور صاف بات ہے کہ آج مبلغین کی کثرت کے باوجود اسلام کی اشاعت محدود ہوگئی ہے اغیار کی اسلام پر انگشت نمائی نے اسلامی تعلیمات کی عالمگیریت اور آفاقیت کو مشکوک بنا دیا ہے۔

یہ ہماری داخلی پستی کا حال ہے تو اس سے دشمنان اسلام کیوں نہ فائدہ اٹھائیں انہوں نے ہمہ جہتی یلغار کے ذریعے دین اســـلام کی حقانیت اور مسلمانوں کو دہشت گرد بنانے کا عمل انتہائی شد و مد سے جاری رکھا ہوا ہے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر امت کے نونہالوں کے ساتھ فکری جنگ جو نصــاب کے ذریعے کی جا رہی ہے ہمارے ارباب حکومت کو اس امر کا علم ہی نہیں کہ ہمارے نصــاب کی ترجیحات کیا ہونی چاہیے اور یہ مســتقبل کے معماروں کی تربیت اور نشوونما میں اس اساس کی صورت ہے اور اس میں تخریب کاری خارجی ســطح پریہود و ہنود اور ان کے ناجائز بچے اورداخلی سطح پر قادیانیت اور مختلف این جی اوز جن کا مقصد ہی وطن عزیز کو ختم کرنا ہے۔

حیران کن امر تو یہ ہے کہ سیادت عالم کے دعوی دار اس امر کی اہمیت کو ہی نہیں جان ســـکے کہ بین الاقوامی ســـطح پر انہیں مرکزیت کی کس قدر ضــرورت ہے میڈیا، معیشــت اور ســیاســت اگر ان تین نکات پر ہی اگر امت مســـلمہ فکری اور عملی طور پر اپنے اصـــل اور حقیقی محور پر گردش شـــروع کر دے تو ممکن ہے کہ ہم اپنی تاریخ کو دھرا ســـکیں لیکن عالمی میڈیا یہودیوں کے ہاتھ میں اور عالمی معیشـــت گر یہود اور طرز حکمرانی یہودیانہ ﴿ لفظ یہودی۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔ کے پس منظر میں دیکھا جائے ﴾ کیا ان حالات میں بھی اصلاح معاشرہ کی ضرورت نہیں ہے ؟

المیہ تو یہ ہے کہ اس بات کا اعتراف تو سب کرتے ہیں لیکن حاملان اصلاح خود محدودیت کے راہی نتیجتاً مصلحین خود عاجز وقاصرنظر آرہے ہیں یا انہیں جزئیات میں الجھا دیا گیا کہ ایک فرد ایک جزئی فقہی حکم کے اثبات میں مکمل کتاب تصــنیف کر دیتا ہے اور اســے اپنی زندگی کا عظیم کارنامہ قرار دیتا ہے پھر جواب آں غزل کے طور پر کچھ لکھا جاتا ہے پھر اس کا جواب اور محض اسے ہی حق کی نشر واشاعت سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض علماء ترجیحاتِ دین کو نظر انداز کرکے فروعی مســائل میں مناظروں اور مباحثوں میں مشــغول ہیں جس کی وجہ سے علم کا استحصال ہورہا ہے اورمعاشرہ دن بدن پستی کا شکارہوتا جارہا ہے۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اصلاح کی کوششیں نہیں کی جا رہی۔ اصلاح معاشرہ کی کوششیں ہر سطح پر ہو رہی ہیں، اجتماعات، کانفرنسیں، جلسے اورسیمینارز یہ سب اصلاح احوال کے لیے کی جانے والی مختلف جہود کے مناظر ہیں لیکن نتائج اس مقدار میں نہیں ظاہر ہو رہے جس مقدار میں یہ جہود کی جا رہی ہیں۔

اگر میں یہ کہوں کہ مطلوبہ اہداف حاصل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ مناظر محض ہماری جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں اور ہماری جہود کا محورصــــرف اپنی جماعت کی خدمت ہوتاہےیہی وجہ ہے کہ روحِ اخلاص ســـے خالی ہوتے ہیں۔ اب اصــل ســوال تو یہ ہے کہ کیا کوئی ایسـاَ لائحہ عمل بنانا ممکن ہے جو امت مســلمہ کے فکری جمود کو توڑ ســکے اور اصلاح معاشرہ کے لیے کی جانے والی جہود کے فوائد نظر بھی آئیں ؟
بالکل ہمارے پاس ایسا مکمل حل موجود ہے جو مردہ دلوں کو زندگی بخش سکتا ہے اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہم اصلاح امت کے لیے اسی نسخہ کیمیا کو اپنائیں جســے اپناکر ہمارے اســلاف کامیاب ہوئے تھے۔ اس ممکنہ حل کا تعلق تین جہات سے ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:
اول: اولین مدرسہ یا تربیت گاہ کی تربیت کا مکمل اہتمام یعنی علاقائی سطح پر ماں اور باپ کی فکری تربیت کیا جائے کہ ان کی گود اور آغوش بنیاد اور اساس ہے۔
دوم : سکول میں معماران مستقبل کی نظریاتی تربیت کا اہتمام ابتدائی سطح سے کیا جائے۔
ســوم: مســاجد کو اس کا حقیقی مقام دیا جائے یعنی صــرف دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی طرح اسے محض ایک عبادت گاہ نہ بنایا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب علماء وخطباء اورداعیانِ دین فروعی معاملات پر تحقیق کرنے اور مناظروں ومباحثوں میں وقت ضـــائع کرنے کے بجائے ترجیحاتِ دین پر توجہ دیں۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ ان تینوں میں سے سب سے اہم کون سا مرحلہ ہے جس کے بغیر اصلاح معاشرہ ممکن ہی نہیں تو میں بلاجھجھک نکتہ نمبر تین کا انتخاب کروں گا۔
1 اور اس حوالے سے مساجد کے عملی کردار کے صرف ایک پہلو یعنی خطبہ جمعہ کی فعالیت کو بحال کرنا
2 اس کے لیے ضـــروریہ ہے کہ مســـاجد میں امام وخطیب کے تعیین میں مســلکانہ تعصــب ســے کام نہ لیا جائے اور ایســے ائمہ وخطباءکا انتخاب کیاجائے جو نیک اور صالح ہونے کے ساتھ عصری علوم پر دسترس نہیں تو کم از کم واقفیت ضـــرور رکھتے ہوں تاکہ عوام کی صـــحیح رہنمائی کرسکیں۔
3 اس کے بعد ناظرہ قرآن اور قرآن فہمی کے لیے ہر محلہ کی مسجد میں حلقے قائم کیے جائیں،
4 عوامی دروس کا بکثرت اہتمام کیا جائے

5 ناخواندہ حضــرات کو ضــروریاتِ دین ســے واقف کرانے کے لیے تعلیم بالغان کا اہتمام کیا جائے۔
6 اصــــلاح معاشـــرہ میں خواتین کے بنیادی کردار کوبحال کرنے کے لیے علیٰحدہ خواتین کے لیے دینی اجتماعات کا نظم کیاجائے،
7 گھر کے اندر ماں کے کردار کوفعال کیاجائے ،
8 گھرمیں بچوں کو دینی ماحول فراہم کیاجائے،
9 دینیات پرمشتمل کتابوں کی چھوٹی لائبریری بنائی جائے۔
0 عیســائی مشــینریزکے زیراہتمام چلنے والی درســگاہوں میں بچوں کو تعلیم دلانے کی بجائے ایســے ســکولز کے انتظامات کیے جائیں جہاں دینی ماحول ہو۔

تلک عشــرۃ کاملۃ لیکن ان ســب کی بنیاد وہ ندائے ربانی ہے کہ اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود تمہارا اپنا عمل نہیں۔ تو ہرشـــخص کودوسروں کی اصلاح کے لیے فکرمند ہونے سے پہلے اپنا احتساب کر نا ہو گا، خود کو بدلنا ہو گاکیونکہ افراد سے ہی معاشرہ بنتا ہے۔ فرد کی جب تک اصلاح نہ ہوگی معاشرے کی اصلاح کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا

(8) دعوتِ دین کا منہج کیا ہو؟

1- داعی اور اس کا مقام

دعوت دین کے عناصر میں سب سے زیادہ اہم عنصر ’’داعی‘‘ ہے۔یہ دعوتِ دین کی بنیاد ہے، اس کا مقام ومرتبہ انتہائی اہم اور نازک ہے۔ وہ کائنات کا عظیم ترین پیغام پہنچانے میں انبیاء کا نائب ہے ۔اســے عظیم ترین کام کے لئے ایک عظیم ہستی نے بھیجا ہے پھر اس کا مقام بلند کیوں نہ ہو اس کی شان عظیم کیوں نہ ہو۔

داعی کی اہمیّت کا راز یہ ہے کہ وہ مدعوّین کے لئے نمونہ ہے ۔ اکثر مدعوّین بات کی بجائے عمل سے متأثر ہوتے ہیں اور ان میں سے زیادہ تر ســننے کی بجائے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رســالت کی ذمہ داری ایسے شخص کو دیتے ہیں جو صداقت اور اخلاق میں سب سے افضل ہو اور سب انسانوں میں قربانی دینے اور عقل وفہم میں برتر ہو۔ فرمانِ ربّ العزت ہے :

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ
القصص – 68
''اور تیرا ربّ جو چاہتاہے پید ا کرتا ہے اور جو چاہتاہے پسند کرتاہے''۔
یعنی جو وقت ، جو جگہ اور جو اشـــخاص چاہتاہے منتخب کرتاہے۔ ارشـــادِ ربّ العالمین ہے :
اللّٰـهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ
الحج – 75
'' اللہ فرشتوں میں سے بھی اپنے پیغام بر چنتاہے جس طرح انسانوں میں سے چنتاہے ''۔
لغت میں ''اصطفاء'' کا معنی منتخب کرناہے اور انتخاب ہمیشہ پسندیدہ چیز کا ہوتاہے۔
مشہور مفسّر ابنِ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشـــتوں اور انســـانوں مینســـے ایســـے افراد کو پیغامبر منتخب فرماتے ہیں جو اپنی نوع میں پاکیزہ ترین ہوں۔ صـفاتِ کمال سـے موصـوف اور لائق انتخاب ہوں۔ لہٰذا تمام رسـول پوری مخلوق میں سـے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان سے صادر ہونے والے عملوں کو بھی ان کی رسالت کا تکملہ بنادیتا ہے اور لوگوں کو ان کی اِقتداء کا حکم دیتاہے۔
لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
الاحزاب – 66
'' اور تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔
نیز فرمایا :
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ
الانعام – 90
''تم بھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو''۔
اس لئے انبیاء علیہم السـلام کے تمام کام وحی کا حصـہ اور اس کا تکمیلی جز ہیں۔انبیاء کو داعی بنا کر ان کی اقتداکا اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ داعی کی شخصیت ، اس کی خوبیوں اور اُسلوب کا مدعوّین پر گہرا اثر ہوتاہے ۔ لوگ داعی کی شـخصـیت، اُسلوب، اخلاق اورلین دین سـے اس کے علم اور تبلیغ کی نسبت کہیں زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اکثراوقات یہی تاثر انہیں اس کے افکار کو تســـلیم کرنے اور کســـی اعتراض اور لیت ولعل کے بغیر اس کی دعوت قبول کرنے کے لئے مجبور کرتاہے۔

داعی جس قدر اچھی خوبیوں سے موصوف ہوگا اسی قدر اس کی دعوت زیادہ مؤثر اور لوگوں میں اس کی پذیرائی زیادہ ہوگی۔ داعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کچھ خاص خوبیاں اور کچھ امتیازات ہوں، وہ مخصوص عادات کا پابند ہو اور قابلِ قدر تصرّفات کا حامل ہو، تاکہ وہ مدعوّین کو متاثر کرے اور اس کی دعوت بار آور ثابت ہو وگرنہ عملِ دعوت پر اس کے منفی اثرات مرتّب ہوں گے۔ آئندہ سطروں میں داعی کی اہم خوبیاں بیان کی جارہی ہیں۔

– 2داعی کی خوبیاں

۱۔ اِخلاص وتقویٰ

دین کی دعوت کوئی عام دعوت نہیں ہے کہ انسان اس پریقین رکھنے، اس کے ساتھ مخلص ہونے اور صدقِ دل سے اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس پر گفتگو کرتا چلا جائے۔ یہ تو اہلِ دعوت کے لئے تقویٰ ، اخلاصِ نیت اور صداقت کو شرط قراردیتی ہے تاکہ وہ اپنے مِشن میں کامیاب بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ثواب بھی حاصل کریں۔اسلام کے ہر عمل میں یہ باتیں شرط ہیں ان عملوں میں سرِفہرست کارِدعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

أَلَا لِلَّـهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ

الزمر – 3

’’یادرکھو کہ اطاعتِ خالص کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے‘‘۔

نیز فرمایا :

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّـهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ

الزمر – 11

’’کہہ دو کہ مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ‘‘۔

داعی کے لئے تقویٰ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ درخت کے لئے پانی اور جسم کے لئے روح۔تقویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ظاہر وباطن دونوں طرح عمل پیرا ہو۔ بالخصوص اپنی دعوت کے نکات پر عمل کرے ۔اگر کوئی شخص اپنی دعوت پر خود عمل نہیں کرتا تو وہ اللہ کی توفیق سے محرومی اور عمل کی ناقبولیت ہی کے لئے لائق ہے۔ارشاد ربّانی ہے :

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّـهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ

المائدۃ – 27

’’اللہ تو صرف اپنے متقی بندوں سےقربانی قبول کرتاہے‘‘۔

تقویٰ کی اہمیت کے پیش نظرسورئہ احزاب کے آغاز میں سالارِقافلہ دعوت کو اسے اپنانے کا الگ سے حکم دیاگیا ہے۔
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّـهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ إِنَّ اللَّـهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا
الاحزاب – 1
”اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی باتوں پرکان نہ دھرو، بے شک اللہ علم والا اور حکمت والا ہے“۔
اگرچہ یہ ساری اُمّت سے مطلوب ہے لیکن کلام کا رخ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف ہونے سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ یہ آپ سےبطور خاص مطلوب ہے۔
تقویٰ ہی کے ذریعے گفتار وکردار کی اصلاح کی توفیق نصیب ہوتی ہے ۔ خالقِ کائنات ارشادفرماتاہے :
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا
الاحزاب – 70/70
” اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو اللہ تمہارے اعمال سدھارے گا اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں گے انہوں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی “۔
تقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ داعی کو حق وباطل میں امتیاز کا ملکہ عطا فرماتے ہیں اس کے ذریعے اسے دعوتی تنگنائیوں سے چھٹکارا ملتاہے، اس کی لغزشوں سے درگزر اور گناہوں کو معاف کیا جاتاہے۔
ارشادِ ربّ العزت ہے :
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّـهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّـهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
الانفال – 29
”اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو وہ تمہارے لئے فرقان نمایاں کردے گا اور تم سے تمہارے گناہ صاف کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرمائے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے“۔
ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا مدعوّین پر بھی گہرا اثر ہوتاہے ۔لوگوں کی فطرت یہ ہے کہ وہ سچّے آدمی کی بات مانتے ہیں اور جھوٹے سے نفرت کرتے ہیں جبکہ ان کے ہاں سچ اور جھوٹ کا معیار داعی کے عمل کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا ۔ داعی کی دعوت پر عمل کرنے سے لوگوں کو دعوت کے صحیح اور داعی کے سچّاہونے کا سبق ملتاہے اور وہ ان کے ہاں مقبول ہوجاتاہے۔

جبکہ داعی کے بے عمل ہونے سے لوگوں کے دلوں میں دعوت کے غلط ہونے اور داعی کے جھوٹا ہونے کا خیال آتاہے اور یہ چیز ان کے دِلوں میں نفرت اور حقارت پیدا کرتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے ۔ دیکھئے حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ

هود – 88

’’اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری مخالفت کرکے وہی چیز خود اختیار کرونجس سے میں تمہیں منع کرتا ہوں‘‘۔

تمام انبیاء ورسل بعثت سے پہلے ہی صداقت سے موصوف ہوتے تھے۔ ہمارے نبیﷺکو لقب’’امین‘‘ کے ساتھ بعثت سے پہلے ہی یاد کیا جاتا تھا،اور یہ عرب سے مخفی نہیں تھا۔

اسی طرح قومِ صالح کا ان سے طرزِ کلام بھی اس بات کی غمازی کرتا ہے۔

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا

هود – 62

’’وہ بولے کہ (اے)صالح! اس سے پہلے تم ہمارے ہاں بڑی اُمیدوں کے مرکز تھے ‘‘۔ یہ دشمنوں کی طرف سے ان کی صداقت اور قبل از بعثت بلندمرتبہ ہونے کی گواہی ہے۔ یہ چیزیں تو مدعوّین کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں جبکہ اللہ کے ہاں دعوت کے مطابق عمل کرنے والے داعی کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔

جہاں اللہ ربّ العزت نے دعوت کے مطابق عمل پیرا ہونے کو کہا ہے وہاں اس کی خلاف ورزی اس پر عمل نہ کرنے سے بچنے کی تلقین بھی کی ہے۔

ارشادِ ربّ العالمین ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّـهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ

الصف – 3/2

’’اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ،اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ غصّے کی ہے کہ تم وہ بات کہو جوخود کرتے نہیں‘‘

نیز آپﷺ کا فرمان ہے :’’کہ ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اس کی آنتیں باہر آجائیں گی اور وہ ایسے چکر کاٹے گا جیسے گدھا چکی لیکر گھومتاہے ۔دوزخی اس کے آس پاس جمع ہوکر اس سے پوچھیں گے ۔ ارے بھائی! تمہیں کیا ہوگیا؟ تم تو نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی تلقین کرتے تھے وہ کہے گا میں

تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا اور خود اس میں ملوّث تھا۔

داعی کو پرہیز گار ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس کی دعوت قبول کریں اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرے۔ اگر داعی پرہیز گار نہ ہواور لوگ اس کی بات سن کر عمل بھی کرلیں تو اسے دعوت سے کیا فائدہ ہوگا ؟جب وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ آئے گا اللہ نے اس کے عمل کو برباد کردیا ہوگا۔ کیونکہ اس میں اخلاص اور تقویٰ نہیں تھا۔

اس کے علاوہ تقویٰ اختیار کرنے سے نیکی کی مزید توفیق اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب بھی ملے گا۔ کٹھن اور مشکل اوقات میں ثابت قدم رہنے کیلئے تقویٰ بہت بڑا معاون اور دشمنوں کے چُنگل سے بچنے کے لئے داعی کی مضبوط ترین زِرہ ہے۔

فرمانِ ربّ العزت ہے :

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ

آل عمران – 120

’’اور اگر تم صبر کروگے اور تقویٰ اختیار کروگے تو ان کی چال تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی‘‘۔

نیز فرمایا :

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

آل عمران – 168

’’تمہارے مال اور تمہاری جان میں تمہاری آزمائش ہونی ہے اور تمہیں ان لوگوں کی طرف سے جنہیں تم سے پہلے کتاب ملی، اور ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے شرک کیا بہت سی تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی اوراگرتم ثابت قدم رہے اور تم نے تقویٰ کو ملحوظ رکھاتو بے شک یہ چیز عزیمت کے احوال میں سے ہے‘‘۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے صبر اور تقویٰ کو فتنوں کا مقابلہ کرنے اور حق پر ثابت قدمی کے لئے داعی کا اہم ترین اسلحہ قراردیا ہے۔

۲ : مضمونِ دعوت کو اچھی طرح سمجھنا

دین کے داعی کے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ جس مضمون کو پیش کررہا ہو اس سے متعلق بطورِ خاص اور دیگر مضامین کے بارہ میں تمام معلومات رکھتاہو۔ ارشادِ ربّ العزت ہے :

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

یوسف – 108
’’کہہ دو !یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف پوری بصـــیرت کے ســـاتھ بلاتاہوں میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں‘‘۔
بصـیرت عام معلومات سـے ہٹ کر ایک خاص چیز ہے اس میں دلیل ، گہرا اِدراک ، فہم وفراســـت ،بات کے واضـــح ہونے اور اس پر یقین ہونے کے اضافی معنی شامل ہیں۔
بصیرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ داعی انجام ہائے کارسے آگاہ ہو ،کہی جانے والی باتوں اوراپنے تصرّفات کے نتائج سے غافل نہ ہو۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : علم ،نرمی اور صبر یہ تین چیزینداعی کے لئے ازحد ضروری ہیں۔ دعوت سے پہلے علم، دعوت دیتے وقت نرمی اور اس کے بعد صبر۔
اگرچہ یہ تینوں چیزیں کچھ صورتوں میں ایک ساتھ بھی رہتی ہیں۔
قاضـی ابو یعلی رحمہ اللہ نے سـلف صـالحین میں سے کسـی کافرمان ذکر کیاہے جسے کچھ مصنفین سیدنا محمدﷺکی طرف بھی منسوب کرتے ہیں’’ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کاکام صرف وہی شخص کرے جو تلقین کئے جانے والے نیکی کے کام اور روکے جانے والے برائی کے کام کی کامل بصـیرت رکھتاہو۔ دونوں صـورتوں میں نرم مزاج اور بردبار بھی ہو‘‘۔(اس حدیث کی کوئی بھی سند ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے)
لہٰذا امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے پہلے بصیرت حاصل کرنا دعوت إلی اللہ کی یہ بنیادی شـــرط ہے۔ داعی کا اوّلین فریضـــہ یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت سے بخوبی آگاہ ہو، فہم وفراست سے مزّین اور یقین سے مسلّح ہو۔ اپنی دعوت میں ثابت قدم ہو ، دعوت مدعوّین مینســے دوســت ودشـمن اور اپنے اردگر دپیش آمدہ واقعات سے پو ری طرح آگاہ ہو، بصـیرت کا اطلاق ان سب باتوں پر ہوتاہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے لئے شـرط قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت إلی اللہ کے لئے ضــروری ہے کہ مســلمان عملِ دعوت کے لئے بقدرِ کفایت علم وفہم سے بہرہ ور ہو تاکہ اس کیلئے راستہ روشن اور واضح ہو۔ علم اسے صحیح راہ دکھائے گا اور فہم اس کی بصـــیرت بڑھائےگا۔ علم کے بغیر دعوت دینے ســـے داعی میں انحراف آجاتاہے اور بصیرت کے بغیر وہ لغزش کاشکار ہوجاتاہے۔
علاوہ ازیں بصــیرت کے بغیر دعوت دینا گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہے .علم وفہم کے بغیر نہ صـــرف وہ خود کوبھٹکائے گا بلکہ اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّـهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ
الحج – 3
’’اورکچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بغیر کسی علم کے اللہ کی توحید کے باب میں کٹ حجتی کرتے اور ہرسرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں‘‘۔
ہوسکتاہے کہ وہ امر کو نہی ، نہی کو امر، معروف کو منکر ،منکر کو معروف ، سنّت کو بدعت اور بدعت کو سنّت قرار دے دے۔
ممکن ہے کہ وہ دین کے نام پر ناجائز کام کی دعوت دینے لگ جائے۔ جیسے کچھ لوگ نافرمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کردیتے ہیں اور خارجی، معتزلی، غالی صوفیاء اور شیعہ دین کے نام پر بدعت وگمراہی کی دعوت دیتے ہیں۔ ان جیسے لوگوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا :
وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ
الانعام – 119
نیز فرمایا :
وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
لقمان – 6
’’اورکچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو فضولیات کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ لاعلمی کے ذریعے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں‘‘۔
اللہ نے تو علم کے بغیر کی جانے والی ہر بات کو ’’خودساختہ‘‘ کہاہے اور اگر یہ دین یا دعوتِ دین ہوتو اس کا اندازہ خود ہی لگا لیں۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے :
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ
الاسراء – 36
’’اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے درپے نہ ہوا کرو‘‘۔
کافروں کے کچھ کفریہ اقوال وافعال شمار کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے :
قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّـهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّـهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ
الانعام – 140
’’وہ لوگ نا مراد ہوئے جنہوں نے محض بے وقوفی سے بغیر کسی علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو روزی بخشی انہوں نے اسے اللہ پر افترا کرکے حرام ٹھہرایا۔ یہ گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے‘‘۔

ربّ تعالیٰ کا فرمان ہے :
قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللّـهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللّـهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ
الاعراف – 33
’’ کہہ دو ! میرے ربّ نے حرام تو بس بے حیائیوں کو ٹھہرایا ہے خواہ کھلی ہوں ، خواہ پوشیدہ اور حق تلفی اور ناحق زیادتی کو اور اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ تم اللہ کا کسی چیز کو شریک بنائو جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر کسی ایسی بات کا بہتان لگاؤ جس کا تم علم نہیں رکھتے‘‘۔
رسول اللہﷺنے بھی حدیث کو سننے کے بعد پہنچاتے وقت اچھی طرح یادکرنے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے :
نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءِ اً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ ،فَرُبَّ مَبَلَّغٍ اَوْعىٰ مِنْ سَامِعٍ
’’اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر اسے لوگوں تک ویسے پہنچایا جیسے اسے سنا ،جن تک بات پہنچائی جاتی ہے ان میں سے بہت سے لوگ خود سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں‘‘۔ [الترمذی:۲۶۵۷]
اسی چیزکی اہمیّت کے پیشِ نظر امام بخاری رحمہ اللہ نے الجامع الصحیح میں ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے ’’بات کہنے اور عمل کرنے سے پہلے علم حاصل کیا جائے‘‘ کیونکہ علم ہی بات میں درستی اور عمل میں راست بازی پیدا کرتاہے۔ امام عسقلانی رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری میں ، ابن المنیر کے الفاظ میں اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ ’’امام بخاری رحمہ اللہ یہ عنوان قائم کرکے بتلانا چاہتے ہیں کہ قول وعمل کی صحّت کے لئے علم شرط ہے اس کے بغیر یہ دونوں ناقابل اعتبار ہیں اور یہ ان دونوں سے مقدّم ہے‘‘ ۔) فتح الباری : ج۱ : ص ۱۶۰)
ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ’’نیکی کی دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قابل وہی شخص ہے جو معروف اور منکر کو جانتاہو جو اسے نافذ کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے طریقے سے آشنا ہو، جاہل تو ممکن ہے کہ برائی کرنے اور نیکی سے رُک جانے کی دعوت بھی دینے لگ جائے ، نرمی کی جگہوں میں شدّت اور اس کے برعکس رویہّ اختیار کرلے‘‘۔(تفسیر البحر المحیط: ج۳: ص ۲۰)
یہاں میں اہل علم کو دوباتیں بتانا چاہوں گا۔
۱۔ کسی چیز کو یاد کرلینااسے سمجھنے سے مختلف ہے، اسی طرح بصیرت حاصل کرنا کسی چیز کو معلوم کرنے سے بالاتر درجہ ہے۔ اکثر

لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف یاد کرلینے سے علم حاصل ہوجاتاہے، یہی وجہ ہے کہ وہ عالم ہونے کا دعویٰ کرنے لگ جاتے ہیں اور ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی نہیں اور ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ۔ وہ محض حفظ کرلینے کے بعد خود کو عالم بلکہ علّامہ سمجھنے لگتے ہیں۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ’’کچھ لوگ علم کے ابجد حفظ کرتے ہیں ان میں قرآنِ مجید کے عالی مرتبت ابجد بھی شامل ہیں لیکن انہیں فہم واِدراک نہیں ہوتا‘‘۔ (الفتاوی : ج۱۱: ص ۳۹۷)
ہر صاحبِ علم فقیہ اور صاحبِ بصیرت نہیں ہوتاہے۔ علم حاصل کرنا اس کا فہم حاصل کرنے سے مختلف ہے اور اسے کارآمد لانے کی بصیرت ایک دوسری چیز ہے۔
۲۔ کسی چیز کا علم ہونے اور علم ظاہر کرنے میں اسی طرح عالم وخود نما عالم، میں فرق کرنا ہوگا یہ چیز دروس ، خطابات اور باہمی مکالمہ جات میں انتہائی ضروری ہے ۔ اکثر داعی جو خود گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہی پھیلاتے ہیں وہ خود کو عالم سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خود نما عالم ہوتے ہیں۔ یہ چیز علم اور اظہارِ علم میں فرق نہ کرنے کی بناپر ہے۔
خارجی ، معتزلی، جہمی اور دیگر فرقوں میں سے ان کے ہم نشین لوگوں کی یہی صورتِ حال ہے۔ علماء کو اپنے دروس میں علم اور اظہارِ علم ، عالم اورخودنما عالم میں فرق ضرور بیان کرنا چاہیے۔اکثر سامعین نیک نیّت ہوتے ہیں ممکن ہے وہ اس سے سبق حاصل کرلیں۔ اس بات کے اختتام سے پہلے یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ علم کی شرط عام نہیں ہے کہ ہر داعی کے لئے تمام علوم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہو، ہرگز نہیں ۔شرط صرف یہ ہے کہ داعی کو اپنی دعوت سے متعلق معلومات ہوں تاہم داعی جتنا بڑا عالم ہو اتنا ہی زیادہ بہترہے۔ بہت سے مبلّغ جو اپنی دعوت پر بصیرت رکھتے ہیں اپنے سے بڑے ایسے عالم سے بہتر ہوتے ہینجو بصیرت سے محروم ہو۔ یہاں علم سے مراد شریعت کا علم ہے جس کی طرف شروع میں بھی اشارہ کیا گیا ہے یعنی اس کے پاس توحید، اس کی اقسام، ارکانِ ایمان ، ارکانِ اسلام ، دین کی مبادیات ، اس کے عام اُصول ،سنن اور بدعات کا علم ہو۔ عبادت، اس کی اقسام ، فرض اور نفل ہونے کے لحاظ سے اس کی شرعی حیثیّت ، احکامِ خمسہ ، فرض ، مستحب ، حرام ، مکروہ، جائز اور اس جیسی دیگر معلومات سے بہرہ ور ہو۔
جب ایک مسلمان پر نیکی کاکام کہنے ، نصیحت کرنے، برائی سے روکنے کی ذمہ داری آجائے اور وہ اس کے بارہ میں علم بھی رکھتا ہوتو بقدرِدانست

اس امانت کو ادا کرنا اس پر فرض ہوجائے گا۔ ایسے میںداعی کا عالم مطلق ہونا شرط نہیں اور نہ سابقہ تفصیلات جاننا شرط ہے۔

(9) متعلقاتِ بینک: ملازمت، خدمات، سونا، کرنسی

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستارحماد حفظہ اللہ

سوالات کے جوابات سے قبل کچھ تمہیدی گذارشات پیش خدمت ہیں :

(1)انسان فطرتی طور پر ایک دوسرے کا محتاج اور معاون ہے لیکن شرعی طور پر ایک مسلمان اس امر کا پابند ہے کہ وہ نیکی اور تقوی کی بنیاد پر دوسروں سے تعاون کرے اور ظلم اور زیادتی کے معاملات میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

’’تم نیکی اور پرہیز گاری کی بنیاد پر ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے معاملات میں باہمی تعاون سے گریز کرو ‘‘[المائدہ :4]

(2) اگر کوئی مباح امر اور مستحب کام کسی منکر و معصیت کا ذریعہ بن جائے تو سد الذرائع کے طور پر وہ مباح اور مستحب کام بھی نہیں کرنا چاہئے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

’’پھر ہم نے آدم سے کہا کہ: تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں آباد ہوجاؤ اور جہاں سے چاہو (اسکے پھل) جی بھر کے کھاؤ۔ البتہ اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ تم دونوں ظالموں میں شمارہوگے‘‘

اس امتناعی حکم میں ا س درخت کا تناول کرنا تھا لیکن اس کے قریب جانے سے منع کیا تاکہ قریب جانا

حکم امتناعی کا سبب نہ بن جائے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جو چیز معصیت کے قریب کرنے والی اور اس کا سبب ہو اس کا ارتکاب مکروہ اور نا پسندیدہ حرکت ہے۔

ان تمہیدی گذارشات کے بعد ارسال کردہ سوالات کے ترتیب وار جوابات پیش خدمت ہیں:

سوال نمبر 1 : کیا کسی بھی اسلامی بینک میں کسی قسم کی کسی بھی نوعیت کی ملازمت اختیار کی جاسکتی ہے ؟اگر ملازمت اس شرط پر ہو کہ ملازم بینک کے دیگر شرعی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا اور اس سے کوئی بھی کسی قسم کا ناجائز پرافٹ حاصل نہیں کرے گا۔(شبیر عثمانی)

جواب : ہمارے رجحان کے مطابق کوئی بینک بھی سودی معاملات سے محفوظ نہیں ہے خواہ اپنے نام کے ساتھ ’’اسلامی ‘‘ ہونے کا لیبل ہی کیوں نہ لگالے کیونکہ پاکستان میں جتنے بینک ہیں وہ حکومتی بینک (اسٹیٹ بینک) کے ماتحت ہوتے ہیں اور حکومتی بینک سے انہیں روزانہ کاروبار اور لین دین کرنا پڑتا ہے اسے بھاری رقوم ہی پرکشش اور بھاری شرح سود پر دی جاتی ہیں۔

پھر حکومتی بینک کا تعلق عالمی (ورلڈ) بینک کے ســـاتھ ہوتا ہے ،تمام حکومتی بینک،ورلڈ بینک کے ما تحت اور اسکے ممبر ہوتے ہیں اور اسے بھاری سرمایہ بھاری شرح سود پر فراہم کرتے ہیں ،اسی طرح ورلڈ بینک سے جو سود ملتا ہے وہ حصہ رسدی کے طور پر پاکستان کے تمام اسلامی و غیر اسـلامی بینکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ بینک کے معاملات کی یہ مختصـر وضـاحت ہے اس وضـاحت کے بعد ہمار ے رجحان کے مطابق کسـی بھی اســلامی بینک میں کســی بھی نوعیت کی ملازمت کرنا ناجائز ہے۔ خواہ ملازمت کے وقت یہ شـرط ہی کیوں نہ طے کرے کہ وہ بینک کے دیگر غیر شـرعی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا اور نہ اس سے کوئی ناجائز پرافٹ حاصـل کرے گا۔ ایک مسلمان اس امر کا پابند ہے کہ وہ دنیا میں چند روز گذارنے کے لئے ایسی حلال صـاف سـتھری اور پاکیزہ کمائی اسـتعمال کرے جس پر کسـی قسـم کی حرام کاری کا دھبہ نہ لگا ہو۔شـریعت نے ہمیں ایسی مشتبہ قسم کی چیزوں کے ارد گرد گھومنے سے بھی منع فرمایا ہے جو بالآخرایک مسلمان کو حرام اور ناجائز کمائی میں گرادینے کا ذریعہ ہوں حدیث میں ہے کہ تم ایسـی چیز کو اختیار کرو جس کےمتعلق کسـی قسـم کا داغ د ھبہ نہ ہو اور جو چیز تمہیں شـکوک و شـبہات میں ڈال دے اسـے چھوڑ دو ۔[1]

سوال نمبر 2: کیا اسٹیٹ بینک میں کام کرنا ایسے ہی حرام ہے جیسے دیگر کمرشل بینک میں حرام ہے ؟

(کفیل اسلم)

جواب : اصـولی طور پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ بینک عام صـارفین سے کم شرح سود پر رقوم لے کر دوسرے سرمایہ کاروں کو بھاری شرح سود پر منتقل کرتا ہے ، پھر سرمایہ کاروں سے ملنے والے سـود کا کچھ حصـہ عام صـارفین کے کھاتے میں جمع کردیتا ہے ، اسـی طرح تمام بینک اس امر کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ سـرمایہ کاروں سـے پس انداز رقوم حکومتی (اسٹیٹ) بینک کو ایک خاص شرح سود پر منتقل کریں پھر اسٹیٹ بینک سـے ملنے والا سـود تقسـیم کیا جاتا ہے اسـٹیٹ بینک بھی سـودی کاروبار کرتا ہے اور وہ عالمی بینک کو بھاری شـرح سود پر رقوم دیتا ہے اور سود کی لپیٹ میں درج ذیل قسم کے لوگ آتے ہیں۔

*سـود دینے والا... *سـود لینے والا ... *سـود لکھنے والا... *اس پر گواہ بننے والا۔

یہ لوگ تو بلا واسطہ سود کی لپیٹ میں آتے ہیں ، چنانچہ حدیث میں ہے : رسـول اللہ صـلی اللہ علیہ وسـلم نے سـود لینے والے ، سـود دینے والے ،

لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے نیز فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں ۔ [2]
بینک میں کام کرنے والے کچھ بالواسطہ طور پر اس لعنت زدگی کی لپیٹ میں آتے ہیں۔ مثلاً بینک کو سہولیات فراہم کرنے والے چوکیدار ،پہرے دار اور ا س کے متعلق دیگر خدمات سر انجام دینے والے حضرات ، اس بناپر ہمارا رجحان یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک بھی سودی کاروبار سے محفوظ نہیں ہے اگرچہ اس کا سودی لین دین پبلک کے ساتھ نہیں ہوتا تاہم عالمی بینک اور دیگر کمرشل بینک اس کے ساتھ سودی کاروبار ضرور کرتے ہیں۔ اس بنا پر اسٹیٹ بینک میں بھی ملازمت یا کوئی بھی خدمت سر انجام دینے سے اجتناب کیا جائے زندگی کی گاڑی کو چلانے کیلئے کوئی اور ذریعہ تلاش کر لیا جائے۔
سوال نمبر 3 :میرے دوست کے والد بینک میں ملازم ہیں جبکہ میرا دوست ایک کمپنی میں ملازم ہے وہ دونوں باپ بیٹا اپنی سیلری جمع کرکے گھر کے اخراجات پورے کرتے ہیں ، ایسے حالات میں میرے دوست کیلئے شرعی حکم کیا ہے ؟ کیا وہ اپنی آمدنی والد کی آمدنی سے الگ کرلے یا اسی طرح گھر کا نظام چلاتا رہے۔(محمد ارسلان اکرم)
جواب :ہمارے رجحان کے مطابق بینک کی ملازمت شرعی طور پر جائز نہیں ہے کیونکہ بینک میں سودی کاروبار ہوتا ہے اور سودی کاروبار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ لڑنے کے مترادف ہے نیز اس قسم کے رزق حرام کے بہت سے نقصانات ہیں ، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق حرام استعمال کرنے والے کی نیکیاں قبول نہیں کرتا ، اگر رزق حلال میں حرام کی آمیزش ہوجائے تو اس سے بھی نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں ، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص دس درہم کا کپڑا خریدتا ہے اور اس میں ایک درہم حرام کی کمائی کا شامل کرلیتا ہے اور باقی نو درہم حلال کے ہیں تو اللہ رب العزت اس کے ایک بار کپڑا پہننے سے چالیس دن اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کرے گا۔[3]
اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال رزق میں حرام کی آمیزش کس قدر خطرناک امر ہے۔پھر غلبہ بھی حلال کو ہے لیکن جس کا تمام سرمایہ حرام کا ہو اور اس کی معیشت کی بنیاد ہی رزق حرام ہو، اس کا کیا انجام ہوگا ؟ غور کیجئے۔
صورت مسئولہ میں ہم آپکے دوست کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد گرامی کو اچھے انداز سے رزق حرام کی سنگینی کے متعلق آگاہ کریں ،

اگر وہ شادی شدہ نہیں ہیں تو والدین کے ساتھ ہی رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ رزق حرام سے بچنے کی کوئی سبیل پیدا فرمائے ، اور اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راستہ پیدا فرمائے گا۔

سوال نمبر4 : ایک شخص بینک میں کاروبار نہیں کرتا لیکن ATM مشین کےٹیکنیکل پرابلم دور کرتا ہے جس کی اسے اجرت ملتی ہے ، اس کام کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ نیز اس کی کمائی کا شرعی حکم بیان کریں ؟ (محمدافضل صاحب)

جواب : بینک اپنے صارفین کو سہولیات فراہم کرتا ہے ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایک کارڈ کے ذریعے ATM مشین سے ایک خاص مقررہ حد تک بوقت ضرورت رقم حاصل کر سکتا ہے، اس مشین سے رقم حاصل کرنے کا اگرچہ سودی کاروبار سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے تاہم بینک کا ایک حصہ ہے ، اس بنا پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ اس مشین کی خرابی دور کرنے میں چنداں حرج نہیں اور اس کی مزدوری لینا بھی جائز ہے لیکن اسے یہ مزدوری سودی کاروبار سے حاصل ہونے والی رقم سے ہی ادا کی جائے گی جو حلال اور پاکیزہ نہیں ہے اس لئے تقوی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس طرح کا ہنر پیشہ کے بجائے انسان کوئی دوسرا ہنرسیکھ لے اور اسے اپنا ذریعہ بنالے ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

’’ جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے رنج وغم سے نجات کے لئے کوئی صورت پیدا کردے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔‘‘(الطلاق :2 ،3) بہرحال ایسے کام پر اجرت لینے کی گنجائش ضرور ہے اگرچہ بہتر ہے کہ ا س سے احتراز کیا جائے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر5 : کیا کسی بھی بینک یا اسلامی بینک کو کرایہ پر جگہ مہیا کی جاسکتی ہے ؟نیز اس کرایہ کی مد میں جو آمدنی ہوگی اسے استعمال میں لانا شرعاً کیسا ہے ؟(عبد الرحمٰن)

جواب : سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ اس میں سود کھائیں گے۔ عرض کیا گیا ، آیا سب کے سب لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوجائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو نہیں کھائے گا اسے بھی سود کی گرد و غبار پہنچ جائےگی۔‘‘[4]

اس حدیث کے پیش نظر دور حاضر میں کوئی بھی اس وبائی مرض سے محفوظ نہیں ہے ، کسی نہ کسی حوالہ سے پرہیز گار کو بھی اس کی گرد و غبار سے ضرور واسطہ پڑ جاتا ہے ، ہمارے نزدیک صورت مسئولہ میں

بھی اس قسم کا معاملہ ہے کیونکہ کرایہ وغیرہ کی رقم اس سودی کاروبار کی پیداوار ہوتی ہے جس پر بینک کے معاملات کی بنیاد کھڑی ہے ، چونکہ بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اس بنا پر بینکوں کو سودی کاروبار کیلئے جگہ فراہم کرنا کہ وہ خود اس پر عمارت تعمیر کرلیں یا انہیں عمارت بنا کر کرایہ پر دینا شرعاًجائز نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کے حرام کاروبار میں براہ راست معاونت کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ’’تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے معاونت نہ کرو۔ (المائدہ :2)
اس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر کوئی نیکی اور تقوی کا کام کرتا ہے تو اس کا دل و جان سے ساتھ دینا چاہئے اور کوئی مسلمان گناہ کا کام کرتا ہے تو اس سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے رجحان کے مطابق عمارت تعمیر کرکے سودی کاروبار کرنے والے کو کرایہ پر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ عمارت کسی بدکاری کا اڈا چلانے یا شراب کشید کرنے یا جوا کھیلنے والے کو کرایہ پر دینا ہے کہ ایسا کرنا ایک مسلمان کے شایان شان نہیں ہے جبکہ اہل ایمان کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ چیز تناول کریں فرمانِ الٰہی ہے :’’ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکریہ ادا کرو۔ (البقرہ :172) لہٰذا ایک مسلمان کو اس قسم کے کرایہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔
سوال نمبر 6 :اسٹیٹ بینک کے ملازمین کرنسی کے نئے نوٹ تبدیل کرنے کے زائد پیسے لیتے ہیں ، کیا شرعی طور پر ایسا کرنا جائز ہے ؟(محمد کفیل)
جواب :ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ مساوات اور برابری کے ساتھ کرنا جائز ہے کیونکہ نئے اور پرانے نوٹوں کی حیثیت و مالیت ایک ہی ہوتی ہے ، اس کے برعکس اگر نئے نوٹوں کا لحاظ رکھتے ہوئے کمی بیشی کے ساتھ کیا جائے تو ایسا کرنا ناجائز اور صریح سود ہے مثلاً 110 روپے کے عوض 100 روپےکے نئے نوٹ لینا ، شرعاً ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ہی جنس کے تبادلے میں کمی بیشی کرنا ہے ، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ہی قسم کی کھجوروں کو دوسری قسم کی کھجوروں کے ساتھ اضافہ سے تبادلہ کرنا ممنوع ہے۔[5]
چنانچہ جہاں مقدار کا اعتبار ہوتا ہے وہاں دیگر اوصاف (نئے اور پرانے ہونے) کا اعتبار نہیں کیا جاتا لہٰذا ایک روپیہ کا سکہ یا نوٹ خواہ وہ کتنا ہی نیا اور چمکدار ہو اس کی قیمت بھی ایک روپیہ رہے گی ، اسی طرح وہ سکہ یا نوٹ خواہ کتنا ہی پرانا اور میلا کچیلا ہوجائے اس کی قیمت بھی

ایک روپیہ سے کم نہیں ہوگی، حالانکہ دونوں کے اوصاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے ، بازاری اصطلاح میں بس یہ فرق کالعدم ہوچکا ہے اس بنا پر اگر ایک روپیہ کو دو روپیہ کے عوض فروخت کیا جائے تو شرعاً ناجائز ہوگا ، پھر یہ برابری اور مساوات کرنسی نوٹوں کی مقدار اور گنتی کے لحاظ سے نہیں ہوگی ، بلکہ مساوات میں ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جو ان پر لکھی ہوتی ہے لہذا سو روپے کے ایک نوٹ کے تبادلہ میں پچاس روپے کے دو نوٹ لئے جا سکتے ہیں کیونکہ ظاہری قیمت کے لحاظ سے پچاس روپے کے دو نوٹوں کی قیمت سو روپے کے ایک نوٹ کے برابر ہے ہاں اگر نوٹ بذات خود بحیثیت مادہ مقصود ہوں تو ان کی ظاہری قیمت مقصود نہیں ہوگی جیسا کہ بعض لوگ مختلف ممالک کے سکے اور کرنسی نوٹ تاریخی یادگار کے طور پر جمع کرتے ہیں ، مثلاً ہمارے ہاں آج کل ایک روپیہ دو روپیہ اور پانچ روپیہ کا نوٹ ختم ہوچکا ہے ، اسی طرح سوراخ والا تانبے کا پیسہ بھی ختم ہوچکا ہے اگر کوئی انہیں نشانی کے طور پر خریدنا چاہے ، اس کا مقصد تبادلہ یا بیع یا ان کے ذریعے کوئی منافع حاصل کرنا نہ ہو تو بظاہر اس قسم کے تبادلہ میں کمی بیشی کی گنجائش نکل سکتی ہے یعنی تانبے کی دھات کا سوراخ والا ایک پیسہ ایک روپیہ سے خریدا جا سکتا ہے لیکن سد باب کے طور پر اس سے بھی گریز کرنا چاہئے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نئے نوٹوں کے 500 روپے والا بنڈل 550 روپے میں فروخت کرنا یا اسے خریدنا شرعا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں مساوی جنس کے تبادلہ کا مساوی جنس سے اضافہ کے ساتھ کیا جاتا ہے احادیث میں اسے سود سے تعبیر کیا گیا ہے واللہ اعلم

سوال نمبر 7 : کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟(نسیم احمد)

جواب : کاغذی نوٹ پر کئی ادوار گذرے ہیں ، پہلے اس کے پیچھے مکمل طور پر سونا ہوتا تھا ، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ ان کے پیچھے مکمل طور پر تو سونا نہیں ہوتا تھا لیکن ایک مخصوص مقدار میں سونا ہوتا تھا ، پھر ان نوٹوں کو ڈالر سے وابستہ کردیاگیا اور ڈالر سونے سے وابستہ تھا ، 1971 میں امریکہ نے بھی سونا دینے سے انکار کردیا ، اب نوٹ کے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے ، نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت ” حامل ہذا کو اتنے روپے عندالطلب ادا کئے جائیں گے “ محض بے معنی اور بے حقیقت ہے ، اب یہ نوٹ محض آلہ تبادلہ ہیں ، ایسی صورت حال کے پیش نظر اس کاغذی نوٹ کی کیا حیثیت ہے ،معاشیات کی اصطلاح میں اس کی حسب ذیل دو تشریحات ہیں :

(1) زیادہ ماہرین کا یہ کہنا ہے کہ نوٹ کے پیچھے سونااس لئے رکھا جاتا تھا کہ سونا بطور ’’ آلہ تبادلہ ‘‘ متعارف ہوگیا تھا ، ہر جگہ ، ہر ملک میں اس کی بنیاد پر تجارت ہوسکتی تھی ،اگر یہی مقصد کاغذی نوٹ سے سونے کو واسطہ بنا ئے بغیر حاصل ہو جائے اور وہ بطور آلہ تبادلہ کے متعارف ہوجائے تو سونے کو واسطہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے ،اس رائے کے مطابق کرنسی نوٹ ایک خاص قوت خرید سے عبارت ہے یعنی اس نوٹ سے اتنی قیمت کی اشیاء خریدی جاسکتی ہیں ، اب اس نوٹ کے پیچھے سونے کے بجائے غیر متعین متفرق اشیاء کا مجموعہ ہے۔

(2) دوسری تشریح جو فقہی مزاج کے زیادہ قریب ہے وہ یہ کہ نوٹ کو زَر اصطلاحی اور ثمن عرفی قرار دیا گیا ہے ، یعنی اگرچہ اس کاغذ کی ذاتی قدر و نسبت نہیں لیکن اصطلاحی طور پر اسے ایک مخصوص مالیت کا آلہ تبادلہ قرار دے دیا گیا ہے۔

اب زکوٰۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کے مسئلہ میں ان کاغذی نوٹوں کا حکم بعینہ سونے چاندی کے حکم کی طرح ہے ، اب جو شخص نصاب کے بقدر ان نوٹوں کا مالک بن جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی ،بہرحال اس کی شرعی حیثیت کے تعین پر تحقیق جاری ہے ، ہمارا ذاتی رجحان دوسری تشریح کی طرف ہے۔ واللہ اعلم

سوال نمبر 8 :کرنسی نوٹ کا نصاب سونے سے لگایا جائے یا چاندی سے قرآن و حدیث سے جواب دیں؟(نسیم احمد)

جواب :ہمارے ہاں رائج کرنسی نوٹ زرمبادلہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ، ان کی زکوۃ کے متعلق دو مختلف نظریات ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(1) کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ کرنسی کے نصاب کیلئے اتنے روپے ہونے چاہئیں ، جن سے ساڑھے سات تولہ سونا خریدا جاسکے ، آج کل سونے کا بھاؤ ساٹھ ہزار روپے تولہ ہے ، اس لئے اگر کسی کے پاس کم از کم چار لاکھ پچاس ہزار روپے ہوں تو اس پر زکوٰۃ لاگو ہوگی ، ان حضرات کا کہنا ہے کہ ہر ملک میں زر مبادلہ کے طور پر سونے کو معیار بنایا جاتا ہے ، یعنی ہر ملک اتنے ہی نوٹ چھاپتا ہے جتنے اس کے پاس سونے کے ذخائر ہوتے ہیں۔

(2) کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نقدی کی زکوٰۃ کیلئے چاندی کو معیار بنایا جائے ، یعنی اتنی نقدی پر زکوٰۃ لاگو ہوگی جس سے ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جاسکے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم باون ہزار پانچ سو

نقدی پر زکوٰۃ وصـــول کی جائے کیونکہ ایک ہزار روپے تولہ کے حســـاب سے اس قدر نقدی سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے۔
اس ســلســلہ میں ہمارا رجحان یہ ہے کہ ســونے اور چاندی کا نصــاب جو رسـول اللہ صـلی اللہ علیہ وسـلم نے مقرر فرمایا ہے، اس میں قطعی طور پر رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں البتہ نقدی کا نصـــاب ، چاندی کے مطابق مقرر کیا جائے ،اس کی درج ذیل وجوہات ہیں :
(1) ہمارے برصـغیر میں نوٹوں کے اجراء سـے پہلے چاندی کا روپیہ رائج تھا ، لہذا چاندی کو بنیاد بناکر چاندی کی موجودہ قیمت کے حســـاب ســـے ســـاڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت نـکال لی جائے ، اس کی تائید اس امر سـے بھی ہوتی ہے کہ آج کل سـعودی عرب میں کاغذی نوٹوں کو ورقہ کہا جاتا ہے اور یہی لفظ چاندی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔
(2) غرباء و مســـاکین کا فائدہ اس میں ہے کہ چاندی کو معیار بنایا جائے تاکہ تھوڑی مالیت پر زکوٰۃ وصـــول کرکے ان ســـے تعاون کیا جائے ، یہ تشـــخیص ہر مقام پر خود کرنا ہوگی ، کیونکہ چاندی کا بھاؤ بھی بدلتا رہتا ہے۔
ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[4] مسند احمد :494/2
[3] مسند احمد :98/2
[1] مسند احمد 153/3
[2] صحیح مسلم :کتاب البیوع :4093
[5] بخاری : البیوع :2202

(10) نرمی اور بردباری

عقلمند انسان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر معاملے کو نرمی اور بردباری سے حل کرتا ہے، جبکہ بے وقوف انسان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں جلدبازی اور نادانی سے کام لیتا ہے۔
مثال مشہور ہے کہ ”عقلمند سوچ کے کرتا ہے اور بے وقوف کرکے سوچتا ہے۔“
نرمی کا تعلق: درگزرکرنے، معاف کرنے اور غصہ پر قابو پانے سے جبکہ بردباری کا تعلق: کسی بھی معاملے کو سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کر کے اختیار کرنے سے ہے۔ اور ان دونوں کا تعلق عقلمندی سے ہے۔
ہر معاملے کی طرح اس معاملے میں بھی دینِ اسلام کی تعلیمات ہمارے لئے روشنی کا مینار ہیں۔
نرمی اور بُرد باری !
انسانوں کی بھلائی کے یہ دو ایسے اوصافِ حمیدہ ہیں جن سے اللہ رب العزت بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:
وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّـهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
آل عمران – 134
”اور(متقی) غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ ایسے ہی نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔“
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمافرماتے ہیں نبی اکرم ﷺنے ایک صحابی اشجع بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ” تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔“ (صحیح مسلم)
اُمُّ المؤمنین ، طاہرہ مُطہّرہ صدّیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ پیارے پیغمبر جنابِ محمد رسول اللہ ﷺنے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی کرنے والا) ہے اور ہر معاملے میں رفق (نرمی کرنے) کو پسند فرماتا ہے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)
مزید ارشادِ نبوی ﷺہے:
”بے شک اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی کرنے والا) ہے ، رفق (نرمی) کو پسند فرماتا ہے، نرمی پر جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ سختی پر اور اس کے علاوہ کسی اور طریقے پر عطا نہیں فرماتا۔“ (صحیح مسلم)
ان دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نرمی اور بردباری جیسی اعلیٰ صفات اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں اور ان صفات کے اعلیٰ اور محبوبِ الٰہی ہونے کے لئے اگرچہ یہی بات کافی ہے کہ یہ خود ربُّ العالمین کی اپنی

صــفات ہیں ، لیکن اللہ احکم الحاکمین نے انہیں ہر معاملے میں اپنے بندوں میں بھی ازحد پســند فرمایا ہے اور ســاتھ ہی اپنی بارگاہِ اقدس میں معاملات کی قبولیت کیلئے بھی ان صــــفات کو اوّلین ترجیح عطافرمائی ہے۔ لہٰذا ان صفات کا حامل انسان بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقبول ترین انسان ہوتا ہے۔

کوئی بھی انسان جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے ہر معاملے کا حل بہترین ہو، اس کی ہر بات مقبولیت کے درجہ کو پہنچے اور اس کا ہر کام خوبصورت ہو تو اسے چاہئے وہ انہی دو صفات کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنالے۔

جنابِ خاتم النبیّین، محمد رسول اللہ ﷺکا فرمانِ مبارک ہے:

’’بے شـک جس معاملے میں بھی نرمی شـامل ہوتی ہے تو وہ اسـے بازینت (خوبصــورت) بنادیتی ہے اور جس معاملے ســے نکال لی جاتی ہے اســے عیب دار بنادیتی ہے۔ ‘‘ (صحیح مسلم)

اس حدیث پر غور کریں ، پیغمبرِ اسـلام ، نبی مکرم ، محمد رسـول اللہ ﷺ ہر اس معاملے کی خوبصــورتی اور زینت کی خبر دے رہے ہیں جس میں نرمی شامل ہو۔ اور ہر اس معاملے کی بدصورتی اور بدنمائی کی بابت بتا رہے ہیں جس میں نرمی شامل نہ ہو۔

ہمارے معاشرے میں عموماً دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

ایک وہ جو اچھے اخلاق کے حامل ، نرم گفتگو کرنے والے ، ســــمجھداری کا مشورہ دینے والے اور خلوص کا اظہار کرنے والے ہیں۔

اور دوســــرے وہ جوبد اخلاق ، بـدتمیز ، چڑچڑے مزاج والے اور جـان چھڑانے کیلئے غلط مشورہ دینے والے ہیں۔

ہر انســان دیکھے کہ وہ ان دونوں قسـم کے لوگوں میں سے کس کے پاس شـوق اور محبت کے سـاتھ جانا گوارا کرتا ہے؟ ظاھرہے بااخلاق ، نرم خو ، بردبار اور مخلص انسان کے پاس۔

ذرا سوچیں! انہیں کن چیزوں نے لوگوں کا محبوب بنایا؟ خود ہی جواب ملے گا کہ ان کی انہی اعلیٰ اور احسـن صفات نے۔ بات کو مزید سـمجھنے کیلئے ہم اســـی مثال کو قرآن کریم ســـے بھی ذکر کرتے ہیں۔ اللہ ربُّ العزت نے قرآنِ مجید میں اپنے سب سے پیارے اور آخری رسول ، امامِ کائنات ، محمد رسول اللہ ﷺکو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایاہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّـــــهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّـوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ

آل عمران – **159**

”اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، لہٰذا ان سے درگزر کریں، ان کیلئے استغفار کریں اور معاملات میں ان سےمشورہ کیا کریں۔“
اس آیت مبارکہ میں اللہ ربُّ العزت نے ہمارے لئے ہمارے ہی نبی ﷺکی نرم دلی اور اعلیٰ اخلاق کی مثال بیان فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا آپ ﷺکے پاس انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ بار بار تشریف لانا اور محوِ گفتگو ہونا بھی انہی صفات کے سبب بتایا ہے کہ اگر یہ صفات نہ ہوتیں تو یہ لوگ کبھی بھی آپ ﷺکے پاس جمع نہ ہوتے، بلکہ آپ ﷺسے دور بھاگتے۔
اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کی ابتدا ء میں ایک اور انتہائی اہم سبق بھی دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہے، انسان کی ذاتی صلاحیت کا حصہ نہیں! لہٰذا جو انسان ان خصوصیات کا حامل ہے وہ سمجھ لے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے، اسے بغیر کسی تکبر اور غرور میں مبتلا ہوئے اپنے رب کا اور زیادہ شکر گزار ہونا چاہئے۔ اور جو انسان ان خصوصیات سے محروم ہے اسے جان لینا چاہئے کہ وہ نہ صرف اللہ رب العالمین کی رحمت سے، بلکہ ہر خیر سے دور ہے۔
جیسا کہ حدیث میں رسول اللہﷺکا ارشاد ہے:
”جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا ؛ وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کردیا گیا۔“ (صحیح مسلم)
لہٰذا ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات میں ان صفات کے حصول کیلئے خصوصی دعا کرنی چاہئے۔
نرمی اور برد باری کا سب سے بڑا فائدہ !
بلاشبہ نرمی اور بردباری انتہائی نیک صفات ہیں ، جبکہ بدمزاجی اور بے وقوفی انتہائی بری صفات ہیں۔ نیکی لوگوں کو قریب، جبکہ برائی دور کرتی ہے۔ نیکی دوست بناتی ہے اور برائی دشمن۔ لہٰذا نیکی کرکے لوگوں کو اپنا دوست بنایاجائے، برائی کرکے دشمن نہ بنایاجائے۔
انہی باتوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں یوں بیان فرمایا ہے:
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ
حم سجدة – 35/34

’’نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، برائی کو نیکی کے ذریعے دفع کرو‘ تب وہ شخص جو تمہارا (بدترین) دشمن ہے‘ ایسے ہوجائے گا، جیسے وہ تمہارا انتہائی گہرا دوست ہو۔ اور یہ بات انہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جو صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کو نصیب ہوتی ہے جو بڑی قسمت والے ہوتے ہیں۔‘‘

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ خالق و مالک نے گہرے دوست بنانے کا ایک انتہائی اہم اور مجرّب نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ برائی یا زیادتی کرے اور جہالت کا ثبوت دے تو اس کی ان برائیوں کا مقابلہ قرآنی حکم کے مطابق نیکی سے کریں۔ اس سے درگزر کریں، محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجر و ثواب کے حصول کی خاطر اسے معاف کردیں اور اس کی جہالت کا مقابلہ اپنی اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے کریں۔ اور اس شخص کی طرح نہ ہوجائیں‘ جو کسی راستے سے گزررہا تھا کہ وہاں کھڑے ایک گدھے نے اسے لات ماردی، اس آدمی نے پلٹ کر گدھے کو زور سے لات ماری اور غصے سے کہا کہ ’’کیا میں تجھ سے کم ہوں؟‘‘۔

جس طرح یہ چیز مناسب نہیں ہے، بالکل اسی طرح اپنے آپ کو ظالم کے مقابلے پر ظالم، بدتمیز کے مقابلے پر بدتمیز اور جاہل کے مقابلے پر جاہل بنانا بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے سے یکساں سلوک کریں تو پھر دونوں مینفرق ہی کیا رہ جائےگا؟ لہٰذا ہر بری صفت کا مقابلہ اپنی نیک صفت سے کیا جائے کہ یہی اللہ احکم الحاکمین کا حکمِ پاک بھی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

الاعراف – 199

غصّہ نیکی کا دشمن ہے

غصہ ہر لحاظ سے انسان کیلئے نقصان دہ ہے۔ بعض اوقات انسان غصے کی حالت میں‘ نادانی اور جلدبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دین کے معاملات میں بھی کچھ ایسے الفاظ کہہ دیتا ہے جو اس کے ایمان اور نیکیوں کو ضائع کردینے کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہی غصہ بہترین دوستوں کو بدترین دشمن بنادیتا ہے۔ اپنوں کو پرایا کردیتا ہے۔ اس لحاظ سے غصہ انسان کا بدترین دشمن ہے۔ لہٰذا غصے کو ہرگز اپنے قریب مت آنے دیجئے۔

نبی کریم ﷺکے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺنے اسے نصیحت فرمائی کہ ’’غصہ مت کرو‘‘ ۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ اپنی بات دہرائی کہ مجھے نصیحت کیجئے، آپ ﷺنے ہر بار اسے یہی نصیحت فرمائی کہ ’’غصہ مت کرو‘‘۔ (صحیح بخاری)

اگر کوئی انسان یہ سمجھتا ہے کہ غصے کے ذریعے وہ اپنی قوت کا اظہار کرتا اور اپنے طاقتور ہونے کا ثبوت دیتا ہے تو اس کی یہ سوچ سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔نبی کریمﷺکا ارشادِ گرامی ہے:
’’طاقتور وہ نہیں ہے جو(مدمقابل کو) پچھاڑ دے ، بلکہ طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔‘‘ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)
دینِ اسلام میں جسمانی طاقت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بلکہ اصل طاقت نیکی کی طاقت ہے۔ اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں اصل طاقتور وہ نہیں ہے‘ جو غصہ کے عالم میں مخالف کو زیر کرکے انتقام کا نشانہ بنائے، بلکہ اصل طاقتور وہ ہے‘ جو حق پر ہوتے ہوئے اور بدلہ لینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہوئے اپنے غصے اور جذبہ انتقام پر قابو رکھے اور درگزر سے کام لے۔ اِس بات کی شہادت قرآنِ مجید میں بھی موجود ہے:
وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ
الشوریٰ – 34
’’اور جس نے صبر کیا اور معاف کردیا تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔‘‘
نبي آخر الزماں ﷺ کی مثال !
’’ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺسے پوچھا کہ کیا آپ ﷺپر (جنگ) اُحد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا ہے؟ آپ ﷺنے فرمایا: میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو (اسلام کی دعوت کیلئے) ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا۔ (جو طائف کا ایک بڑا سردار تھا) اس نے میری دعوت کو‘ جو میں چاہتا تھا‘ قبول نہیں کیا،تو میں وہاں سے سخت پریشان ہو کر نکلا۔ قرنِ ثعالب پر پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو میں نے سر اٹھایا تو ناگہاں ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرئیل علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی جو آپ نے ان سے کہی اور وہ بھی جو انہوں نے آپ کو جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے آپﷺکی طرف پہاڑونپر مقرر فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ آپ اسے ان لوگوں کی بابت جو چاہیں حکم دیں۔ ‘‘ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا۔ اور کہا: ’’اے محمدﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی گفتگو‘ جو آپ سے ہوئی‘ سن لی اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے، تاکہ آپ

مجھے اپنے معاملے میں حکم دیں، پس آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں؟'' تو نبی کریمﷺنے فرمایا ☹ ایسا نہ کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ''(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اللہ کے ایک نبی کی مثال !

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں (اب بھی) گویا رسول اللہ ﷺکو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اس نبی علیہ السلام کو اس کی قوم نے مار مار کر لہو لہان کردیا تھا۔ وہ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ''اے اللہ ! میری قوم کو معاف کردے، کیونکہ وہ لاعلم ہیں۔'' (صحیح بخاری)

ہمارا دین کس قدر اَعلیٰ و اَرفع تعلیمات اور مثالوں کا حسین ترین گلدستہ ہے، جس میں ہر لحظہ محبت و امن، نرمی و بردباری اور درگزر و معافی کا حکم دیا گیا ہے ۔اور ظلم و تشدد ، عدمِ برداشت اور بدلہ و انتقام کی سوچ کو غیر اسلامی کہا گیا ہے۔

لہٰذا آئیے !

اللہ رب العالمین کی طرف سے اس حسین ترین گلدستۂ اسلام کا تحفہ قبول فرمائیے اور اپنی عادات و اطوار کو اسلامی اوصافِ حمیدہ کے مطابق بنائیے ! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(11) خوداختیاری موت اور خودکشی

چند مستثنیات کے ماسوا ہر بیماری کا علاج بندہ کے اختیار میں ہے۔

علاج کے بعد بھی بعض بیماریاں ایسی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں۔جیسے موت اور بڑ ھاپا۔موت کسی کی واقع ہونے والی ہے تو کتنی ہی احتیاطی تدابیر اختیار کیوں نہ کرلی جائیں اسے کوئی روک نہیں سکتا اور وہ وقتِ معینہ پر آکر رہے گی . اسی طرح بڑھاپے کو بھی کوئی دوا ٹال نہیں سکتی ، کیوں کہ بڑھاپا طاری ہی اسی لیے ہوتا ہے کہ اب اس کا کام اس دنیا سے ختم ہوگیا اس لیے اسے بڑھاپے کی منزل میں پہنچادیا گیا جس میں وہ کچھ دن مبتلا رہ کراس دنیا سے رخصت ہوجائے گا چنانچہ اللہ کے رسول ﷺنے فرمایا :اللہ کے بندو ! علاج کراؤ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے موت اور

بڑھاپے کے سوا جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لیے شفا بھی رکھی ہے
۔
ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رســـو ل ﷺنے فرمایا کہ :ہر بیماری کا علاج اللہ نے پیدا کیا ہے مگر بڑھاپے کا کوئی علاج نہیں۔
کیا انسان نے بعض بیماریوں کے علاج میں کامیابی حاصل کی ہے؟
باوجود اس کے بعض بیماریاں بھی ایســـی ہیں جن کا علاج اطباء ڈھونڈنے میں اب تک ناکام ہیں ۔ یہ انســـانوں کی کم علمی ہے نہ کہ خالق کائنات کا نقص اســـی لیے تو قرآن میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تم کائنات کی تخلیق پر غو رکیوں نہیں کرتے ، تم اشـــیاء کے رموز وحقائق کے جاننے کی کوشـــش کیوں نہیں کرتے ، تم میں اتنا شـــعورکیوں نہیں کہ تم نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کرسکودنیانے دیکھا ہے کہ انسان جن نامعلوم چیزوں کے جاننے کی کوشـــش برابر کرتارہا اســـے ان میں کامیابی مل گئی۔ کینسر جو کسی زمانے میں لاعلاج بیماری تصور کی جاتی تھی آج اس کا علاج تو نہیں البتہ اس کے انســـداد کا حل کافی حد تک تلاش کر لیاگیا ہے ،ســـینکڑوں مریض دوا کے ســـہارے آج زندہ ہیں اگرچہ ان کو جان کا خطرہ لگارہتاہے یہ کیا کم ہے کہ ان کا عرصـــہ حیات تنگ نہیں ہوا ہے۔اگر بیماری پہلے یا دوسرے مرحلے میں ہو اور بر وقت اس اسکا علاج شـروع کر دیا گیا تو یہ بیماری بھی ختم ہو جاتی ہے۔خود اللہ کے رسـول ﷺ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ بعض بیماریونکا علاج بھی انســـان کی دســـترس ســـے باہر ہے ، لہٰذا آپ نے لوگوں کو اس میں کامیابی حاصـــل کرنے کی ترغیب دی ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:
اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شـــفا بھی اتاری ہے ، جاننے والا اسے جانتا ہے ، نہ جاننے والا نہیں جانتا ۔
حالات اور وقت کے ســـاتھ آدمی کی ضـــرورتیں بدلتی رہتی ہیں ، پہلے طب میں وہ ســـہولتیں نہیں تھیں جو آج کے زما نے میں ہیں اور آئندہ بھی مزید ســـہو لتیں فراہم ہو ں گی (انشــاء اللہ) جو مریض اور طبیب کے لیے تقویت کا باعث ہونگی چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ: رسول ﷺ کا ارشـــاد ہے" لکل داء دواء " مریض اور طبیب دونوں کے لیے تقویت کا با عث ہے۔اس میں علاج کے تلاش کی ترغیب بھی ہے ،اگر مریض کو یہ محســـوس ہو کہ اس کا مرض لا علاج نہیں ہے بلکہ اس کا علاج ممکن ہے تو اس کا دل امید سے بھر جائے گا اور مایوسی ختم ہوجائے گی اس ســـے وہ اپنے اندر نفســـیاتی طور پر مرض پر غالب آنے والی توانائی محســـوس

کرے گا اســـــی طرح طبیب کو جب معلوم ہوگا کہ ہر بیماری کی اللہ نے دوا رکھی ہے تو تلاش وجستجو اس کے لئے ممکن ہوگی ۔

عیادت سے مریض کی صحت کو تقویت ملتی ہے۔

یہیں سے عیا دت کی شرعی حیثیت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مصیبت اور بیماری میں مبتلاہوتو دوسرے بھائی کو چاہیی کہ وہ اس کی عیادت کے لیی پہنچے اور مریض کو تسلی بخش باتیں سنا کر لوٹے اس سے مریض کی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ کبھی کبھی یہ خیر خواہی مریض کے حق میں اتنی مفید ہوتی ہے کہ کوئی دوا بھی اس کا بدل نہیں ہوتی اور بیمار باتو ں باتوں میں اچھا ہوجاتا ہے اور بستر مرض سے اٹھ کرچلنے پھرنے لگتا ہے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف مریض کے حق میں فائدہ ہوتا ہے بلکہ عیا دت کے لیی جانے والے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ ڈھیر ساری نیکیوں سے نوازتا ہے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ :’’جو مسلما ن کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس پر رحمت کی دعا بھیجتے ہیں ، اگروہ شام کے وقت اس کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس پر رحمت کی دعا بھیجتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے پھل ہوں گے ۔‘‘

ایک دوسری حدیث میں ہے:’’بیشک مسلمان جب اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اس کے وہا ں سے واپس ہونے تک وہ جنت کے پھلو ں میں رہتا ہے۔‘‘ عیادت نہ صرف یہ کہ اپنے قریب ترین رشتہ دار کی کی جائے بلکہ اس کے مستحق سارے لوگ ہیں ۔ بچہ، بوڑھا ، جوان ، عورت ، مرد ،پڑوسی ، یہاں تک کہ غیر مسلموں کی بھی کی جانی چاہیی۔اللہ کے رسول ﷺکا اس پر کثرت سے عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تا کید کے ساتھ فرمایا : ’’بھوکے کو کھا نا کھلاؤ ،مریض کی عیادت کرو ، اور قیدی کو چھڑاؤ ۔‘‘

بیما ری سے گناہ کم ہوتے ہیں۔

تندرستی کے برقرار رہنے کے لیی ضروری ہے کہ انسانوں کا واسطہ چھوٹی موٹی بیماری سے پڑتا رہے، تاکہ اس کے جسم سے غیر ضروری اجزاء اور فضلات کا اخراج ہوتا رہے ۔ اس کا دوسرا فا ئدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ گناہ کم ہوتے ہیں .کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے خفا ہوتا ہے تو اسے بیماری میں مبتلا کردیتا ہے تاکہ بندہ نے جو گناہ کیا ہے اس کی مدافعت ہو جائے ۔ چنا نچہ اللہ کے رسول ﷺنے فر ما یا :

”مسلما نوں کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ اسے کوئی کا نٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے گنا ہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ اگر کسی مؤمن بندے کو یہ اندازہ ہو جائے کہ بیما ری اور مصیبت کے ذریعہ اسے کتنا بڑا فائدہ پہنچنے والا ہے تو وہ یہی چاہے گا کہ ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہے ۔ جیسا کہ رسول ﷺنے فرما یا : جو لوگ عافیت میں ہیں ، قیا مت کے دن جب کہ مصیبت زدوں کو ثواب دیا جائے گا ، یہ چاہیں گے کاش ! دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھا لوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جا تے۔“

ایک دوسری حدیث میں بیماری کومسلما نوں کے لیی ایک نعمت اور اس کے گنا ہوں کا کفارہ قرار دیتے ہوئے فرما یا گیا :” جس مسلمان کو کا نٹا چبھنے کی یا اس سے بڑی کو ئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی غلطیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتاہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا ہونے کے بعد رنجیدہ خاطرنہیں ہو نا چا ہیی بلکہ اسے خدا کا عطیہ اور نعمت تصور کرنا چا ہیی اے میرے بیٹے مصیبت تجھے ہلاک کر نے کے لیی نہیں آتی بلکہ تیرے صبر وایمان کا امتحان لینے آتی ہے .نیز اس کا علاج یہ بھی کہ تو سوچے کہ اگر دنیا میں مصائب و محن نہ ہو تے تو بندے عجب وفرعونیت ،شقاوت قلبی جیسے امراض میں مبتلا ہو جاتے،جن سے آدمی دنیا میں اور آخرت میں ہر جگہ تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتا ۔اس لیی یہ تو ارحم الراحمین کا کمال رحمت ہے کہ بعض اوقات وہ مصائب کی دوا استعمال کرادیتا ہے جن کے باعث امراض سے تحفظ رہتا ہے اور صحت عبدیت قائم رہتی ہے .نیز کفر و عدوان اورشرک وغیرہ کے فاسق مادوں کا استفراغ جاری رہتا ہے۔بس پاک ہے وہ جو ابتلاء کے ذریعہ رحم فرماتی ہے اور انعاما ت کے ذریعہ ابتلاء میں ڈال دیتی ہے ۔

بیماری میں صبر کی اہمیت

اللہ تبارک وتعالی اپنے جس بندے سے زیادہ محبت کرتا ہے اسے اتنی ہی بڑی ابتلاء وآزمائش میں بھی مبتلا کرتا ہے تاکہ اندازہ لگائے کہ میرے بندے کامصیبت میں کیا رویہ رہتا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول انے فرمایا :اللہ تعالیٰ جس کے سا تھ خیر کا ارادہ کر تا ہے تو اسے مصیبت میں ڈال دیتا ہے ۔ اسی طرح کی اور دوسری احادیث بھی ہیں جن سے اسی مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے .ایسی صورت میں مومن کا رویہ یہ ہو نا چاہیی کہ وہ ہر حال میں صبرکرے اور اسے اپنی تکالیف کا

مداوا تصـــور کرے۔ اگر وہ ناشـــکری اور جزع و فزع کرتا ہے تو وہ اپنی تکلیف میں اضافہ ہی کرتاہے۔ کیونکہ صبرسے تکالیف میں برداشت کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشـــاد فرماتاہے:اے ایمان والو! مددطلب کرو صـــبر اور نماز کے ذریعہ ، بے شـــک اللہ صـــبر کرنے والوں کے ســـاتھ ہے، جو لوگ اللہ کے راســـتے میں مارے جائیںانہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم محســـوس نہیں کرتے ۔ہم ضرور تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک کے ذریعہ اور مالوں ،جانوں ِاورپھلوں میں کمی کر کے آزمائیں گے اور صـــبر کرنے والوں کو خوشـخبری سـنادو! جن کواگر کوئی مصـیبت آتی ہے توکہتے ہیں،ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اســـی کی طرف لوٹ کرجانا ہے ،ایســـے ہی لوگوں پر ان کے رب کی عنایات اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ ہیں ۔(البقرۃ) بعض صـــحابہ کرام بیماری میں مبتلاء ہوتے تودوا علاج ترک کردیتے اور صـــبر وشـــکر کو ہی اس کا مداواســـمجھتے تھے جس کی اللہ کے رســـول ﷺنے ممانعت کی اور فرمایا کہ صـــحت کو تندرســـت رکھنے کے لیی دوا بھی ضـروری ہے اور صـبر بھی ضـروری ہے ، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے ،کہ ایک عورت مرگی کی بیماری میں مبتلا تھی جب اس پردورہ پڑتاتو اسے اپنے کپڑوں کی خبر نہ رہتی اور وہ بے ســـتر ہوجاتی تھی اس نے اللہ کے رسـول اسـے دعا کی درخواسـت کی ،آپ انے فرمایاتم چاہو تو دعا کرو اور چاہو تو صـــبر کرو ، اللہ تعا لی اس کے عوض جنت عطا فرمائے گا ،اس پر اس نے کہا تب تو میں صـــبر کرونگی البتہ آپ دعا فرمائیی !کہ دورہ کی حالت میں میری بے ستری نہ ہو ،آپ انے اس کے لیی دعا فرمائی۔ اس عالم پریشانی میں جو بندہ صبر کر تا ہے اللہ کے نزدیک اس کا مقام بہت بلند ہو جاتا ہے ،جیســاکہ باری تعالی کا فرمان ہے:’’وہ لوگ جو صـــبر کرتے ہیں تنگی ترشی اورتکلیف میں اور جنگ کے وقت ،یہی لوگ سچے ہیں اور یہی تقوی والے ہیں۔‘‘صبر وشکر کو مؤمن کا خاص وصف قرار دیتے ہوئے اللہ کے رســـول ﷺنے فرمایا:’’ مؤمن کا معاملہ کتنا اچھا ہے ،کہ وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے ،وہ اس کے حق مینبہتر ہوتا ہے یہ بات مؤمن کے ســـوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی ،اگر وہ مسرت سے ہمکنار ہوتو شکر کرتا ہے یہ اس کے لیی بہتر ہوتا ہے اگر تکلیف پہنچتی ہے تو صبرکرتاہے یہ بھی اس کے حق مینبہتر ہوتا ہے۔‘‘ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبروں نبیوں اور نیک بندو نکو بڑی مشکلات ، سخت سے سخت بیماری اور آزمائش میں مبتلا کرکے ان کے صـبر کا امتحان لیا ہے ،مگر وہ ہر حال میں صـبر کرتے رہے ،جس کے صـلہ میں اللہ نے ان کے مرتبے کو بلند فرمایا صـبر ایوب سـے کون

واقف نہیں ہے ، حضـــرت ایوب علیہ الســـلام مہلک ترین بیماری میں ایک لمبے عرصـــے تک مبتلارہے لیکن پھربھی انہوں نے صـــبرکے علاوہ کوئی لفظ شـکوہ اپنی زبان پر کبھی آنے نہیں دیااس بیماری میں انکے تمام قریبی لوگ ساتھ چھوڑگئے مگر انکی بیوی اٹھارہ سال تک خدمت کرتی رہینانکی تکلیف کی شـــدت کی وجہ ســـے بعض اوقات انکی بیوی بھی کرب والم میں مبتلا ہوجاتی تھی ایک باربجذبہ ہمدردی انکی بیوی نے کچھ ایســـــے الفاظ کہے جو صبر ایو ب کے منافی تھے اور خداکی جناب میں شکوہ کا پہلو لیی ہوئے تھے اس پر وہ اپنی مونس و غم خوار بیوی ســـے ناراض ہوگئے اور کہا کہ تم نے کفران نعمت کی ہے اســکی ســزا میں تم کو ضــرور دونگا اس صبر کے صلہ میں اللہ نے انکے درجات بلندکئے جس کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے۔

اور یاد کرو جب ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے تو ارحم الرا حمین ہے،ہم نے اس کی پکار ســنی اور اســـے جو تکلیف تھی وہ دور کردی ۔ہم نے اسے اس کو اہل وعیال دئیی اور اس کے صبر کے ذریعہ نہ صــرف دنیوی و اخروی درجات بلند ہوتے ہیں بلکہ اس ســـے مریض کی صـــحت پر بھی مثبت اثرات پڑتے ہیں کیونکہ جو آڈمی بیماری کی حالت میں صـــبر کرے گا اســـے اپنی تکلیف کا بوجہ ہلکا معلوم ہوگا اور اس کی امیدیں اور نیک خواہشات برآئیں گی چنانچہ مرض چھوٹا ہو یا بڑا، قابل علاج ہو یا لا علاج ہر حال میں اســـلام نے صـــبر کی تعلیم دی ہے ۔جو لوگ مذہبی اقدار کی اہمیت نہیں محسوس کرتے ان کے نزدیک یہ ایک بے معنی نصیحت ہے۔ اس ســـے انســـان کے مســائل حل نہیں ہوتے اور وہ ممکنہ تدابیر بھی اختیار نہیں کرتا ، لیکن یہ صبر کا غلط تصور ہے۔ صبر اس بات کا نام ہے کہ آدمی مشکلات میں جزع ، فزع اور گھبراہٹ کا مظاہرہ نہ کرے ،شکوہ شکایت کی جگہ جم کر ان کا مقابلہ کرے جو تدبیریں اس کے بس میں ہوں ان کو پورے ســـکون کے ســـاتھ اختیار کرے اور نتیجہ اللہ کے حولے کردے ، اس ســـے انسـان کی قوت ارادی **(will power)** مضبوط ہوتی ہے اور آدمی کے اندر خود اعتمادی اور خدا اعتمادی پیدا ہوتی ہے ۔ مریض کے اندر مضـبوط قوت ارادی ہو تو وہ مرض کا بڑی ہمت اور پامردی ســـــے مقابلہ کرســـــکتا ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جن مریضـــوں کی قوت ارادی مســـتحکم ہوتی ہے وہ مایوس اور بے صبر مریضوں کے مقابکہ میں لمبی زندگی پاتے ہیں

۔

موت کی دعا نہیں کرنی چاہیے

ہر انسان کسی نہ کسی طرح بیماری میں مبتلاہے بعض بیماری قابل علاج ہوتی ہے تو کوئی لا علاج اور زندگی بھر وہ کرب و الم کی دنیا میں زندہ رہتا ہے ، ایسی حالت میں وہ چا ہتا ہے کہ اس لا علاج بیماری اور تکلیف بھری دنیا سے کسی طرح نجات پالے جس کے لیی وہ بعض وقت دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھ کو اس تکلیف دہ زندگی سے نکال کر موت دے دے ، جو درست نہیں ہے ۔اللہ تعالیٰ اپنے بندو ں پربیماری اسی لئے طاری کرتا ہے کہ اس کے اندر قوت برداشت کا داعیہ پیدا ہو ، اللہ کے رسول ﷺنے ایسی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے ۔:تم میں سے کسی شخص کوکوئی تکلیف پہنچے تووہ موت کی تمنا نہ کرے ،اگر کسی وجہ سے بالکل ضروری ہوجائے تو اس طرح کہے: اے اللہ ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندہ رہنا میرے حق میں بہتر ہو اور جب موت میرے حق میں بہترہے تو موت دے دے،مصائب ومشکلات اور بیماری تو وقتی چیز ہے ،یہ کبھی جلد رفع ہو جاتی ہے اور کبھی وقت لگتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اسکا مقابلہ نہ کرے ،اللہ نے انسان کو دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے اور اپنی عیادت کے لیی پیدا کیا ہے تو پھر کیوں نہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے ۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو یہ بزدلی ہے اور مومن کے شان کے خلاف اور کفر ان نعمت ہے۔ اندازہ لگائیی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بعض بیماری کا بہتر علاج گرم لوہے سےداغےجانے کا تھا ۔ جس کی تکلیف سے آدمی کی ہڈی چرمر ا جاتی تھی باوجود اس تکلیف کے وہ زندہ رہنے کو ترجیح دیتے تھے ۔بعض روایات میں آتاہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالی عنہ کو بطور علاج گرم لوہے سے سات داغ لگائے گئے ، اس سے انہیں سخت تکلیف ہو ئی با وجود اس کے انھوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے ورنہ تکلیف اتنی سخت ہے کہ میں اللہ سے موت کی دعا کرتا ۔

یہ تو صحابہ کا عمل تھا ،خود اللہ کے رسول ﷺ کو لوہے سے داغےجانے کی تکلیف کا اندازہ تھا ۔باوجود اس کے آپ نے حفظان صحت کے تحت اسکی اجازت دی کہ تم اس طریقہ پر عمل کرکے اپنا علاج کراؤ ،جیساکہ اللہ کے رسول ﷺنے فرمایا :

شفا تین چیزوں میں ہے ، شہد کا گھونٹ پینے ، پچھنے کا نشان اور آگ سے داغ لگانے میں ۔میناپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔کون انسان کب تک زندہ رہے گا اور کب اس کی موت ہوگی یہ اللہ ہی جانتا ہے اور زندگی اور موت دینے کا حق بھی اسی اللہ کوہے ،انسان کے بس میں اگر یہ چیزہوتی تو دنیا کا نظام درھم برھم ہوکر رہ جاتا ،انسان کادنیا میں

زندہ رہنا بھی تقویت اور ترقی درجات کا باعث ہے ، اسی لیی اللہ کے رسول انے منع فرمایا کہ موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیی اس لیی کہ اگر وہ نیک ہے تو امید ہے کہ اس سے اس کی نیکی میں اضافہ ہوگا اور اگر برا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے تائب ہوجائے ۔

لہذا ہم کہہ ســــکتے ہیں کہ زندگی اللہ تعالیٰ کاایک خوبصـــورت عطیہ ہے جسے اس کی رضا کے حصول اورمرضی کے مطابق ہی استعمال کیا جائے تاکہ اس کی نافرمانی میں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمان کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ پر امید رہتا ہے کیونکہ مایوسی کفر ہے۔

(12) قسطوں میں خرید و فروخت ،نقد و ادھار قیمتوں میں فرق

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ

سوال نمبر1:قسطوں پر چیز خریدنے کا کیا حکم ہے ؟کیا نقد وادھار قیمتوں میں فرق سود شمار نہیں ہوگا ؟ (محمد راحیل ،مدثر یاسین ، محمد ممتاز، سلیم معرفانی میمن، محمد منیر، عبد اللہ سندھی)

الحمدُ للهِ، والصَّلاۃُ والسَّلامُ علی رسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:وبَعدُ:

بنیادی طور پر اسلام میں قسطوں میں خرید و فروخت جائز ہے ۔ جیسا کہ حدیث عمرو بن الشریک میں ذکر ہے کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا ! اے سعد آپ کے محلے میں میرے جو دو گھر ہیں وہ آپ خرید لیں انہوں نے جواباً کہا !اللہ کی قسم میں نہیں خریدتا ۔ سیدنا مسور جو وہاں موجود تھے نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ کو ضرور خریدنا ہوں گے تب سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں چار ہزار درہم سے زائد نہیں دوں گا وہ بھی قسطوں میں ۔۔۔۔الخ[1]

اور غلام کا قسطوں میں مکاتبہ معروف مسئلہ ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي،فَقُلْتُ:إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ:لَهُمْ فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ،فَقَالَتْ:إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ،فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ،فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ، ’’وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ‘‘

صحيح بخاري:كتاب البيوع،باب إذا إشترط شروطا في البيع لا تحل

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ آئی اور کہا کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ[2]چاندی کے عوض اس شرط پر مکاتبت کرلی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی دوں گی اس لیے روپے ان کو دیدوں اور تیری ولاء میرے لئے ہوگی بریرہ نے جا کر اپنے مالکوں سے کہا تو ان لوگوں نے اس سے انکار کیا وہ اپنے مالکوں کے پاس آئی تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے یہ چیز پیش کی تو ان لوگوں

نے انکار کر دیا مگر یہ کہ ولاء ان کی ہوگی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو سیدہ عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حالت بیان کی آپ نے فرمایا تم اسے لے لو اور ولاء کی شرط کرلو وہ تو اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے چنانچہ سیدہ عائشہ نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں کوئی ایسی شرط جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہے باطل ہے اگرچہ سو شرطیں لگائے اللہ کا فیصلہ سب سے سچا اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔

البتہ قسطوں میں ادائیگی کی صورت میں قیمت بڑھا کر لینا مختلف فیہ ہے۔حدیث میں ادھار لین دین کی جو شرائط مقرر کی ہیں وہ اسطرح ہیں

مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

صحيح بخاري:كتاب البيوع، باب السلم في وزن معلوم

یعنی ادھار سودے میں کیل یا وزن اور اس کی ادائیگی کا وقت معین کرنا لازم ہے ۔

یعنی قیمت بھی ایک ہو یعنی ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہ ہو اس کا ذکر نہیں ہے ۔

میرے علم کے مطابق مذاہب اربعہ اور محدثین عظام کی اغلب تعداد ادھار کی صورت میں قیمت میں زیادتی کے جواز کے قائل ہیں ۔

دوسر ی بات یہ ہے کہ قیمت میں کمی یا زیادتی کبھی نقد سودے کی صورت میں بھی ہوجاتی ہے ۔

جیسا کہ تھوک اور پرچون کی قیمت مقدم ادا کرنے کی صورت میں بھی قیمت عموما کم ہوتی ہے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ کیا کسی چیز کی قیمت طے کرنے میں مدت کی بھی تاثیر ہوتی ہے ۔امام شوکانی رحمہ اللہ نے مفصل بحث کے بعد اسی موقف کو ترجیح دی ہے کہ ادھار کی صورت میں مدت کا قیمت میں حصہ ہوتاہے ۔

مانعین کا معروف حدیث:

مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ...الخ

سنن أبي داود:كتاب الإجارة،باب فيمن باع فی بيعتين

نُهِيَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ...الخ

مؤطا إمام مالك:كتاب البيوع،باب النهي عن بيعتين

سے استدلال میرے خیال کے مطابق محل نظر ہے ۔مذکورہ الفاظ کی تفسیر میں متعدد اقوال ملیں گے ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایک

چیز کی نقد قیمت کم اور ادھار کی صورت میں قیمت میں اضافہ مراد ہے۔
حالانکہ عملا ایسا ممکن نہیں ہے ۔
سودا ایک ہی قیمت پر طے ہوتا ہے ۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے مراد
بَيعُ العِينةِ
ہی ہے اور امام ابن القیم رحمہ اللہ
تہذیب السنن
میں فرماتے ہیں کہ جو حدیث:
مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ...الخ
کو نقد اور ادھار میں فرق کی ممانعت پر محمول کرتا ہے اس نے حدیث کو سمجھا ہی نہیں ۔ ایک چیز کے عملا دوسودے یا تو بیع العینہ کی صورت میں ہوتے ہیں یا قبضے میں لئے بغیر وہی مال آگے فروخت کردینا جہاں تک یہ بات ہے اس صورت میں اور قرض پر سودا لینے میں کیا فرق ہے پہلی بات تو یہ ہے" احل اللہ البیع و حرم الربا" ۔ اس سلسلہ میں قول فیصل ہے ۔ مذکورہ آیت کے سبب نزول کے بارے میں تفسیر طبری میں منقول ہے ۔ ترجمہ :دور جاہلیت میں لوگ سود کھاتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ جب کسی کا دوسرے کے ذمہ مال ہوتا جس کی ادائیگی کا وقت آچکا ہوتا وہ صاحب حق سے کہتا آپ مدت میں اضافہ کریں میں آپ کے مال میں اضافہ کرتا ہوں جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو سود ہے جو حلال نہیں تو کہتے ہم بیع کے آغاز میں اضافہ کریں یا مدت پوری ہونے پر دونوں صورتیں یکساں ہیں تو اللہ نے ان کی تردید فرمائی‘‘۔
اسی طرح کی بات علامہ ابن العربی اور امام الرازی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے ۔
و اللہ اعلم
[2] اوقیہ چاندی کے وزن کا پیمانہ ہے۔ ایک اوقیہ کی مقدار چاندی کے 40 درھم کے برابر ہوتی ہے
[1] صحیح بخاری:کتاب الشفعۃ،باب عرض الشفعۃ

(13) (اَسماءُ اللہ الحسنیٰ)اہمیت و فضیلت

توحید ِ اسماء و صفات اللہ تعالیٰ کی توحید کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی ربوبیت و الوہیت پر ایمان لانے کے ساتھ

ساتھ اس بات پر بھی ایمان لانا کہ اللہ رب العزت اپنے تمام ناموں اور صفات میں کامل و اکمل ہے، اس کا ہر نام اور ہر صفت ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے۔ پوری کائنات میں اس کے نام اور صفات میں کوئی اس کا ہم مثل ہے اور نہ شریک۔

اللہ ذوالجلالِ والاکرام کے تمام اسماء بہترین ہیں،لہٰذا ان میں کسی بھی قسم کی تاویل، تعطیل یا تشبیہ یا انکار کا عقیدہ رکھنا صریحاً الحاد ہے۔ اللہ رب العزت کے کسی بھی نام کو اس سے دعاء میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور یہی سب سے بہترین وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

وَلِلَّـهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

الاعراف – 180

’’اور اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے نام ہیں، لہٰذا انہی کے ساتھ اسے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں کج روی کا شکار ہیں، جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا انہیں عنقریب بدلہ دیا جائے گا۔‘‘(مزید حوالہ جات: طٰہٰ:آیت8/بنی اسرائیل:آیت110/الحشر:آیت24)

رسولِ اکرم ﷺنے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان ناموں کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘ (صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب ان اللہ مائۃ اسم الا واحد/صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے نام ہی نہیں ہیں، بلکہ یہ تو صرف وہ نام ہیں جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے ہمیں اپنی وحی کے ذریعے خبر دی ہے، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور لاتعداد نام ہیں جنہیں اس کے سوا پوری کائنات میں اور کوئی نہیں جانتا۔

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺاللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ذریعے دعا کیا کرتے تھے:

أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ

’’اے اللہ! میں تیرے ہر اس نام کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، جو تو نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنی مخلوقات میں کسی کو سکھادیا یا اسے اپنے خزانۂ غیب میں مخفی رکھا۔‘‘ (مسندِ احمد: مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعود)

نبی اکرم ﷺنے ایک آدمی کو سنا وہ ان الفاظ کے ساتھ دعاء کررہا تھا:

’’اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کررہا ہوں؛ اس لئے کہ توہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تو ایسا اکیلا بے نیاز ہے کہ تیرا کوئی باپ

نہیں اور نہ کوئی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی تیرے ہم مثل ہے۔رسولِ معظم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اللہ سے ایسے اسم اعظم کے ذریعے سوال کیا ہے کہ جب اس کے واسطے سے اللہ سے سوال کیا جائے تو وہ ضرور عطا کرے اور دعاء کی جائے تو وہ ضرور قبول ہو۔(ترمذی:کتاب الدعوات، باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ناموں کو یاد کرنے ،سمجھنے اور ان پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اسماء الحسنیٰ

کلمہ جلالہ " اللہ "

معبودبرحق ہے، تمام مخلوق اسکی الوہیت اور عبودیت میں شامل ہے ،کیونکہ وہ ان تمام معبودانہ صفات کا حامل ہے،جو صفاتِ کمال ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے جو اسمائے حسنیٰ میں سب سے زیادہ شان والا ہے، اس لئے اسے اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

یَااَللّٰہُ کہہ کر دعا مانگا کیجئے۔

الرَّحْمٰنُ

بہت زیادہ رحم کرنے والا، دنیا میں اس کی رحمت مومنین اور کفار سب کے لئے ہے لیکن آخرت میں یہ رحمت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے ،خاص ہوگی۔

الرَّحِیْمُ

نہایت مہربان، جو ہر عمل کرنے والے کو اس کا بے حساب اجر عطا کرنے والاہے۔

الْمَلِکُ

حقیقی بادشاہ،جو اپنے ہر حکم کو نافذ کرنے کی مکمل طاقت رکھتا ہے ،جسکی بادشاہی کو کبھی زوال نہیں۔

الْقُدُّوْسُ

پاکیزگی والا،جو ہرعیب اورنقص سے پاک ہے۔ایسی پاکی جو انسانی تصور سے بالا ترہے۔

السَّلَامُ

سلامتی کا سرچشمہ،جو ہر چیز کو سلامت رکھنے والا، نیک بندوں کی حفاظت اور انہیں سیدھی راہ پر چلاتاہے۔

الْمُؤْمِنُ

امن دینے والا،اسکی ذات میں امن ہی امن ہے اس لئے اسی سے امن طلب کیا جاتا ہے۔

الْمُهَيْمِنُ

نگہبان اور محافظ،جو اپنی پوری مخلوق کی حفاظت اور نگہبانی کرنے والا ہے ۔

الْعَزِيْزُ

سب پر غالب،وہ عزت وغلبہ کا سرچشمہ ہے۔وہ جسے چاہتاہے غلبہ عطا فرماتا ہے۔

الْجَبَّارُ

بگڑے کاموں کو بنانے والا، طاقتور،جس کے سامنے کوئی بولنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

الْمُتَكَبِّرُ

کبریائی والا،وہ اتنا عظیم ہے کہ اس کی طرف کسی برائی ،نقص یا عیب کی نسبت نہیں ہو سکتی۔

الْخَالِقُ

ہر چیز کو پیدا کرنے والا، جوپیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کی تقدیر لکھنے والاہے۔

الْبَارِئُ

عدم سے وجود میں لانے والاجو وجود میں لاکر اس کے معاش کی تدبیر کرنے والا ہے۔

الْمُصَوِّرُ

صورتیں بنانے والا، جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی حکمت کے ساتھ خوبصورت بنایا۔

الْغَفَّارُ

بے انتہابخشنے والا، ڈھانپنے والا، جو دنیا میں گناہوں اور برائیوں پر پردہ ڈال کر آخرت میں عذاب دینے کی بجائے در گذر کرتے ہوئے معاف کرنے والا بھی ہے۔

الْقَهَّارُ

ہر چیز پر غالب، جس کے سامنے تمام مخلوقات عاجزہیں۔جو ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے۔

الْوَهَّابُ

بہت زیادہ عطا کرنے والا، وہ بغیر کسی غرض کے اور بغیر مانگے عطا کرنے والا ہے۔

الرَّزَّاقُ

روزی دینے والا،جو ہر جاندار کے لئے اسـباب رزق مہیا کرنے اور روزی پہنچانے والا ہے۔

الْفَتَّاحُ

مشـکلات حل، اپنی رحمت کا دروازہ کھولنے اور حق اور باطل کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والا ہے۔

الْعَلِيْمُ

بہت زیادہ علم رکھنے والا، ہر اول اور آخر کو جانتا ہے جوہر چیز کو ہر وقت جاننے والا ہے۔

الْقَابِضُ

روزی تنگ کرنے والا، جو ہر چیز پر قابض ہے۔ موت کے وقت روحوں کو قبض کرنے والا ہے۔

الْبَاسِطُ

روزی کشادہ کرنے والا، فراخی دینے والا، جو رزق کو وسیع کرتا ہے اور دلوں کوکشادہ کرتا ہے۔

الْخَافِضُ

پسـت کرنے والا ، جو اپنے دشـمنوں کو نیچا دکھاتے ہوئے ذلیل وخوار کردیتا ہے۔

الرَّافِعُ

بلند کرنے والا، اٹھانے والا۔ جو اہلِ ایمان کوایمان لانے کی و جہ سـے بلند کرتا ہے۔

الْمُعِزُّ

عزت دینے والا، وہ اپنے نیک بندوں کو علم و فضـل کے ذریعہ عزت عطا فرماتا ہے۔

الْمُذِلُّ

ذلیل و خوار کرنے والا، سـرکشـی اور تکبر کرنے والوں کو ذلیل و خوار کردیتاہے۔

السَّمِيْعُ

بہت زیادہ سننے والا، جوچھوٹی سے چھوٹی مخلوق کی فریاد کو بھی سنتا اورقبول فرماتا ہے۔

الْبَصِيْرُ

ہر چیزکو خوب دیکھنے والا،جس کی نظروں سـے ذرّہ سـے بھی چھوٹی کوئی چیز اوجھل نہیں۔

الْحَكَمُ

حاکم، انصاف سے فیصلہ کرنے والا، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیںسکتا اور نہ اس میں تبدیلی کرسکتا ہے۔

الْعَدْلُ

انصاف کرنے والا، جو اپنے بندوں کے درمیان تمام معاملات میں انصاف کرنے والا ہے۔

اللَّطِيْفُ

باریک بین، اپنی مخلوق کوباریک بینی سے پیدا کرنے اور زیادہ نرمی سے پیش آنے والا ہے۔

الْخَبِيْرُ

ہر چیز سے آگاہ، کوئی بھی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ہر وقت ہر چیز سے باخبر رہتا ہے۔

الْحَلِيْمُ

بردبار، تحمل(برداشت) والا، وہ لوگوں کی سرکشی کو دیکھنے کے باوجودانہیں اپنی نعمتیں عطا فرماتا رہتاہے

الْعَظِيْمُ

سب سے بڑا،وہ اپنی ہر صفت میںبلند شان اورعظمت والا ہے۔

الْغَفُوْرُ

بار بار بخشنے والا،جو بار بار گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔

الشَّكُوْرُ

قدردان،بہت زیادہ اجر دینے والا،جو معمولی عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بھی شرف قبولیت بخشتا ہے۔

الْعَلِيُّ

بہت ہی زیادہ بلندمرتبہ والا، جس کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی بلندی کا علمہے۔

الْكَبِيْرُ

بہت ہی بڑا ، جس کی شان و شوکت کے سامنے بڑے سے بڑا بھی حقیر ہے۔

الْحَفِيْظُ

سب کیحفاظت کرنے والا، جو ہر وقت اپنی مخلوق کی حفاظت کرتا ہے اور وہ اس کی حفاظت میں نہ تھکتا ہے اور نہ ہی اکتاتا ہے ، تمام کائنات کا محافظ ہے۔

الْمُقِيْتُ
روزی اور توانائی دینے والا،جوپوری مخلوق کو اس کی غذا پہنچاتا ہے اور انہیں با آسانی رزق مہیا کرتاہے۔
الْحَسِيْبُ
حساب لینے، کافی ہوجانے والا، جو اپنے بندوں سے حساب لینے اور ہر پریشانی سے کافی ہوجاتا ہے۔
الْجَلِيْلُ
بلند مرتبہ والا، افضل ترین صفات والا، جس کی ذات و صفات میں کوئی اسکے مقابل نہیں ہے۔
الْكَرِيْمُ
عطا کرنے والا، بڑا سخی، جو قدرت کے باوجود معاف کرنے اور امید سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔
الرَّقِيْبُ
بڑانگہبان، پاسبان، محافظ ،جو ہر نفس کا پاسبان اور محافظ اور نگہبان ہے۔
الْمُجِيْبُ
بے قراروں کی دعا قبول کرنے والا، حاجت روا،جوسائل کی دعا قبول ، اس کی مدد اور پکارنے والوں کی ہرپکار کا جواب دینے والا ہے۔
الْوَاسِعُ
کشادگی دینے والا، علم و حکمت میں وسیع،جس کی سلطنت،علم،سخاوت اور فضل وکرم بڑا وسیع ہے۔
الْحَكِيْمُ
حکمت و دانائی والا،جو ہر چیز کو بہتر انداز میں سمجھنے والا ہے،اسکا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔
الوَدُوْدُ
بہت زیادہ محبت کرنے والا،جو اپنے انبیا سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت رکھتا ہے۔
الْمَجِيْدُ
بڑی شان والا،جس کی صفات بہت بلند،تمام کام بہت ہی عمدہ اور ذات بے مثال ہے۔
الْبَاعِثُ
مُردوں کو زندہ کرکے قبروں سے اٹھانے والا، مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیا oکوبھیجنے والاہے۔
الشَّهِيْدُ

حاضــروناظر،جو ہر چیزســـے باخبر اور ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے اور ان پر گواہ بھی ہے۔
الْحَقُّ
وہ اپنی ذات و صــفات میں ســچا ہے،وہی عبادت کا حقدار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
الْوَكِيْلُ
بڑا کارســاز، مختار، پوری مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور مکمل با اختیار ہے۔
الْقَوِیُّ
بڑی طاقت والا، جسے پوری کائنات مل کر بھی عاجز نہیں کرسکتی۔
الْمَتِيْنُ
انتہائی مضــبوط و مســتحکم،وہ بڑی زبردســت قوتوں والا ہے، اس کی قوت اور قدرت کی کوئی انتہا نہیں
الْوَلِیُّ
مددگار ، حمایتی، اپنے فرمانبردار بندوں کا دوست ہے اور دشمنوں کا صفایا کرنے والا ہے۔
الْحَمِيْدُ
تعریف و توصیف کے لائق، جس کی حمد و ثنا ہر زبان پر ہر حال میں جاری و ساری ہے۔
الْمُحْصِی
اپنے علم اور شــمار میں رکھنے والا اور کوئی چیز اس ســے پوشــیدہ نہیں اس کا علم ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔
الْمُبْدِئُ
پہلی بار پیدا کرنے والا، جو بغیر کسی نمونہ کے مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔
الْمُعِيْدُ
دوبارہ پیدا کرنے والا، جو موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے اور حساب لینے والا ہے۔
الْمُحْيِی
زندگی اور صــحت عطا کرنے والا، مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور مُردہ زمین کو آباد کرنے والا ہے۔
الْمُمِيْتُ

موت دینے والا، جو ایک مقررہ وقت کے بعد ہر ایک کو موت دینے والا ہے، جس نے موت کو پیدا کیا۔
اَلْحَیُّ
ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، جسے کبھی فنا اور زوال نہیں جب کہ اسکے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔
اَلْقَیُّوْمُ
کائنات کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا، جو پوری کائنات کا محافظ اور نگران ہے۔
الوَاجِدُ
ہر چیز کو پانے والا، جسے ہر چیز کے بارے میں معلومات ہیں اور ہر چیز اس کے سامنے بالکل واضح ہے۔
الْمَاجِدُ
بزرگی اور بڑائی والا، بڑے شرف والا، وہ عزت اور شرف کا مالک اور معزز ہے۔
الوَاحِدُ
بے مثال ،اکیلا،جو اپنی ذات و صفات میں یکتاہے جس کا ذات، صفات، عبادات میں کوئی شریک نہیں۔
الصَّمَدُ
بے نیاز، جو کسی کا محتاج نہیں،جو کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہے۔
اَلْقَادِرُ
مکمل قدرت رکھنے والا، جس کا حکم بغیر کسی واسطہ کے نافذ ہوتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔
اَلْمُقْتَدِرُ
بڑی قدرت رکھنے والا، جو ہر چیز پر قادرہے،کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔
اَلْمُقَدِّمُ
آگے بڑھانے والا، جو عزت و شرف ، علم و عمل میں اپنے نیک بندوں کو آگے بڑھانے والا ہے۔
اَلْمُوَخِّرُ
پیچھے ہٹانے والا، جو اپنے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرتے ہوئے پیچھے ہٹانے والا ہے۔
اَلْاَوَّلُ
سب سے پہلے، جو ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھا۔

الْآخِرُ

سب کے بعد، جو سب کو موت دینے کے بعد بھی زندہ اور موجود رہے گا۔

الظَّاهِرُ

ظاہر، سب پر غالب، جو اپنی پوری مخلوق پر غالب اور بلند و بالا ہے۔

الْبَاطِنُ

سب سے پوشیدہ، جسے دنیا کی کوئی آنکھ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ۔

الْوَالِیُ

سر پرست، جو پوری کائنات کا اکیلا ہی مالک ہے اور اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔

الْمُتَعَالُ

سب سے بلند و بالا، جو شان اور مقام کے اعتبار سے تمام کائنات سے بلند و برتر ہے۔

الْبَرُّ

تمام اچھائیوں کا سرچشمہ، جو اپنی تمام مخلوق سے اچھائی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔

التَّوَّابُ

توبہ قبول کرنے والا، جو بڑے سے بڑا گناہ کرنے وا لے کی بھی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

الْمُنْتَقِمُ

بدلہ لینے والا، جو سرکش اور نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

الْعَفُوُّ

بہت ہی زیادہ در گزرکرنے والا۔جو معافی کو بہت ہی زیادہ پسند اور بہت جلد معاف فرمادیتا ہے۔

الرَّءُ وْفُ

بڑاہی شفیق و مہربان، جو اپنے بندوں سے نہایت شفقت اور انتہائی نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔

مَالِكُ الْمُلْكِ

حقیقی شہنشاہ، جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔دنیا و آخرت اور پوری کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے ، پوری کائنات پر جس کی حکومتِ لازوال ہے۔

ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَام

عظمت و جلال والا اور انعام و اکرام کرنے والا،جو عظمت و کبریائی والاہے اور اپنی مخلوق پر خوب مہربانی کرنے والا اور ہر عام و خاص پر خوب احسان کرنے والا ہے۔

الْمُقْسِطُ

عدل و انصاف قائم رکھنے والا، جو اپنے فیصلوں میں مخلوق کے ساتھ مکمل انصاف کرنے والاہے۔

الْجَامِعُ

جمع کرنے والا، جوقیامت کے دن اپنی تمام مخلوقات کو جمع کرنے والا ہے۔

الْغَنِیُّ

خود کفیل، بے پروا، جو اپنی تمام مخلوق کے افعال سے بے نیاز اور ان سے درگزر کرنے والا ہے۔

الْمُغْنِی

مالدار بنانے والا، مال و دولت اور دوسری نعمتوں سے نواز کر محتاجی سے نجات دینے والا ہے۔

الْمَانِعُ

ہلاکت سے روکنے والا، وہ جس سے چاہے اور جو چیز چاہے اس چیزسے اپنی مخلوق کو روک لیتا ہے۔

الضَّآرُّ

ضرر پہنچانے والا، جوہر چیز کے نفع و نقصان کا مالک ہے۔وہ جسے چاہتا ہے پریشانی میں مبتلا کرتا ہے۔

النَّافِعُ

نفع پہنچانے والا، جو ایسی اشیا کا خالق ہے جو اچھائیوں سے بھرپور اور نفع بخش ہیں۔

الْهَادِی

سیدھی راہ دکھانے والا، جو کامیابی کی راہ دکھاتا ہے اور لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔

الْبَدِیْعُ

بغیر نمونہ کے چیزوں کو پیدا کرنے والا۔جس نے کائنات میں حیرت انگیز چیزیں پیدا کیں۔

الْبَاقِی

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا ہے۔ جبکہ اس کے سوا ہر مخلوق کو فنا ہونا ہے۔

الوَارِثُ

سب کے بعد موجود رہنے والا، جو تمام چیزوں کا حقیقی وارث ہے۔

الرَّشِیْدُ

صحیح راہ پر چلانے والا، اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد انہیں سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

الصَّبُوْرُ

بڑے صبر والا، جو انسانوں کے گناہوں پر صبر اور گناہ گاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتاہے۔

(14) عقل و شعور اور اسلام

الشیخ حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ

عقل و شعور اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جو انسان و حیوان کے درمیان فرق کرتی ہے۔یعنی انسان چرند و پرند، حیوان و جمادات و نباتات سے افضل اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے تو اس کی وجہ یہی عقل ہے۔ اسی کے ذریعے سے انسان بڑے چھوٹے ،صحیح و غلط اور اچھے برے کی تمیز کرتا ہے ۔اسی عقل کی بنیاد پر انسان کوشرعی احکام کا مکلف بنایاگیا ہے کہ شرعی احکام میں جس طرح انسان مکلف ہیں دوسری تمام مخلوقات جو غیر ذوی العقول ہیں جیسے جمادات و نباتات ،چرندو پرند ،احجار و اشجار یہ سب غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے شریعت کے مکلف نہیں۔بلکہ یوں کہئے کہ اگر انسان کی بھی عقل زائل ہوجائے تو وہ بھی شرعی احکامات کا مکلف نہیں رہتا ،جیسا کہ جنون ،غشی ،بے ہوشی وغیرہ کی وجہ سےکسی کی عقل زائل ہوجائے تو وہ شرعی مکلف نہیں رہتا یعنی اس سے نماز وغیرہ کی فرضیت زائل ہوجاتی ہے ۔بہرحال عقل و شعور انسانی تخلیق ایک اہم عنصر ہے۔ہم اس تحریر میں اسی حوالے سے کچھ اہم بحوث کریں گے، جس میں اس کی اصل اور حیثیت سے لے کر دیگر کئی ایک موضوع بھی اپنے اپنے مقام پرجزواً آجائیں گے۔(ان شاء اللہ)

عقل کیا ہے ؟

اس حوالے سے لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے ،ہم اس بارے میں امام ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کے قول پیش کرتے ہیں ،جو اس حوالے سے ہمیں بہتر معلوم ہوتے ہیں ۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول :

إن اسم العقل عند المسلمين وجمهور العقلاء إنما هو صفة وهو الذي يسمى عرضا قائما بالعاقل

یعنی : اسم عقل مسلمانوں اور جمہور عقلاء کے یہاں ایسی صفت ہے جس کانام عرض رکھا جاتا ہےاور عاقل کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں :

.4والعقل المشروط في التكليف لا بد ا ن يكون علوما يميز بها الإنسان بين ما ينفعه وما يضره فالمجنون الذي لا يميز بين الدراهم والفلوس ولا بين ا يام الا سبوع ولا يفقه ما يقال له من الكلام ليس بعاقل ا ما من فهم الكلام وميز بين ما ينفعه وما يضره فهو عاقل

یعنی: وہ عقل کہ جس کی اسلامی احکامات کے مکلف ہونے کے لئے شرط لگائی گئی ہے ،وہ ان علوم کا نام ہے کہ جن کے ذریعے سے انسان نفع و نقصان کے درمیان فرق کرتا ہے۔ایسا مجنون جودرہم و فلوس کے درمیان فرق نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سے جو کلام کی جائے وہ سمجھ سکے تو وہ عاقل نہیں ۔البتہ جو کلام سمجھے اور نفع و نقصان میں فرق کرسکے تو وہ عاقل ہے۔(مجموع الفتاوی: ۲۸۷/۹)

پھر اس حوالے سے مزید مؤقفات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ عقل علوم ضروریۃ کا نام ہے۔بعض کہتے ہیں کہ عقل ان علوم ضروریہ کے بموجب عمل کانام ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ اسم عقل ان دونوں چیزونکو شامل ہے۔کبھی عقل سے مراد وہ جبلی عقل لی جاتی ہے جس کے زریعے سے انسان جانتا ہےنقصان سے بچتے ہوئے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔جیساکہ امام احمد ، حارث المحاسبی وغیرہ کے نزدیک عقل اسی جبلی سمجھ بوجھ کا نام ہے ۔اورجمہور عقلاء اس جبلی عقل کا اثبات کرتے ہیں،جس طرح آنکھ میں ایک ایسی قوت ہے جس کے ذریعے سے انسان دیکھتا ہے اور زبان میں ایک قوت ہے جس کے ذریعے سے وہ چکھتا ہے۔اور جلد میں قوت ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان چھوتا ہے۔جمہور عقلاءان قوتوں کا اثبات کرتے ہیں۔(اسی طرح عقل بھی جبلی طور پر سمجھنے کی ایک قوت ہے)بعض نے ان قوتوں اور طبائع کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ ابوالحسن اور اصحاب مالک ،اصحاب شافعی اور اصحاب احمد رحمہم اللہ جمیعاًوغیرہ میں سے جو اس کے پیروکار ہیں ۔''(مجموع الفتاوی :۲۸۷/۹)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

والْعقل عقلان عقل غريزة وَهُوَ اب الْعلم ومربيه ومتمره وعقل مكتسب مُسْتَفَاد وَهُوَ ولد الْعلم وثمرته ونتيجته فَإِذا اجْتمعَا فِي العَبْد فَذَلِك فضل الله يؤتيه من يَشَاء واستقام لَهُ امْرَهْ واقبلت عَلَيْهِ جيوش السَّعَادَة من كل جَانب وَإِذا فقد احدهما فالحيوان البهيم احسن حَالا مِنْهُ

یعنی: عقل کی دو طرح کی ہے۔(1) عقل غریزۃ:(یعنی جو جبلت میں موجود ہے،جس قدر یہ جبلی عقل قوی ہوگی اسی قدر علم کے اعلی مراتب اور گہرائیاں حاصل ہوجائیں گی۔)علم کی اصل(یعنی یہ جبلی عقل ہوگی تو علم صحیح حاصل ہوگا) اور اس کے حصول و اضافہ کا بھی بنیادی ذریعہ یہی ہے ،(2) عقل جو کہ حاصل ہوتی ہے۔(اس سے مراد شعور وو بصیرت ہے۔)یہ علم کی فرع ،ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ (یعنی علم کے آنے کی وجہ سے جو عقل و شعور حاصل ہوتا ہے۔اسے ولد العلم اس لئے کہا گیا کہ علم کی

وجہ سے اس میں اضافہ اور ترقی ہوتی ہے۔یعنی جس قدر علم آئے گا اسی قدر اس(دوسری قسم کے) عقل و شعور میں ترقی ہوگی۔)یہ دونوں(جبلی عقل اور شعور بصیرت) جس میں جمع ہوجائیں (یہ اللہ کا فضل ہے۔جسے اللہ تعالی عطا فرمادے۔) اس کا معاملہ سیدھا ہوجاتا ہے۔نیک بختی اسے حاصل ہوجاتی ہے۔اور ان میں سے ایک قسم کی بھی عقل نہ ہوتو ایسے شخص سے جانور بہتر ہے۔(مفتاح دارالسعادۃ)

ان دونوں اقوال سے عقل کی حقیقت اور ماہیت واضح ہوجاتی ہےکہ عقل اس معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے جو جبلی طور پر انسان میں موجود ہےاور دوسرا معنی شعورو بصیرت جو علم اور تجربہ سے انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی لفظ عقل بولا جاتا ہے۔

عقل و شعور کی اہمیت

چونکہ یہ انسانی خلقت کا ممتاز وصف ہے ،اسی لئے اسلام نے بھی اس کی اہمیت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔قرآن مجید ،احادیث اور اقوال السلف ،سب میں اس کی اہمیت ملتی ہے ،ذیل میں ہم اسے ذکر کئے دیتے ہیں۔

قرآن اوردلائل عقلیہ :

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالی نے جہاں اپنی دیگر نعمتوں کا ذکر کیا وہاں اس عقل و شعور کا بھی مختلف انداز میں ذکر موجود ہے۔مثلاًسورۃ الفجر میں اللہ تبارک وتعالی نے پانچ مختلف چیزوں کی قسم اٹھانے کے بعد فرمایا:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ

الفجر – 5

یعنی: ان باتوں میں اہل عقل کے لیے ضرور بڑی قسم ہے۔

بلکہ قرآن مجید میں بکثرت ایسی آیات موجودہیں کہ جن میں مختلف قسم کی نشانیوں کے ذکر بعد اہل عقل کو سمجھنے کی دعوت دی گئی ،کہیں اللہ تعالی نے مشرکین کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر دلائل عقلیہ کے ذریعے سے بھی توحید کے فہم کی دعوت دی۔اور مختلف قسم کی نشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد یہی فرمایا کہ عقل مند لوگ ہی سمجھیں گے ،نصیحت حاصل کریں گے یا عبرت پکڑیں گے، کہیں خاص اہل عقل سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اللہ کے ڈر کی دعوت دی گئی ۔ایسی آیات بڑی تعداد میں موجود ہیں ،بعض نے 300 کی تحدید کی ،مگر ایسی آیات اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں ،جن میں سے ہم صرف چند ایک کے حوالے درج کرتے ہیں۔

سورۃ البقرۃ :73، 164 ، 179 ، 197، 269۔

آل عمران:7 ، 190، المائدۃ:100 ، یوسف : 111 ، الرعد: 4، 19 ، ابراھیم:52 ،النحل : 12، 67، العنکبوت: 35، الروم: 24، 28، یس: 68، الزمر:9 ، 21، غافر:54 ، الطلاق : 10۔القصص:72 ، السجدۃ: 27، الذاریات:21،الجاثیہ:5، الحشر:2۔

احادیث اور عقل و شعور :

احادیث میں بھی عقل و شعور کی اہمیت کا ذکر مختلف انداز میں ملتا ہے ،جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

یعنی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے ،اسے دین کا فہم عطا فرمادیتا ہے۔ (صحیح مسلم:1037عن معاویۃ، جامع ترمذی : 2645عن ابن عباس ، وقال الترمذی ’’و فی الباب عن عمر ، و ابی ھریرۃ ،و معاویۃ ‘‘)

رسول اللہ ﷺنے اشج عبد القیس سے جو قبیلہ عبد القیس کا سردار تھا فرمایا:

إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْحِلْمُ، وَالْأَنَاةُ

تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے سمجھ داری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔(صحیح مسلم:17)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی اکرمﷺ نے اس صفت کا خصوصی ذکر کرکے اشج عبدالقیس کی تعریف کی۔ جس سے رسول اللہ ﷺ کی نظر میں اس وصف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ایک روایت میں تو صاحب عقل و دانا شخص کو قابل رشک تک قرار دیا گیا ،چناچہ رسول اللہﷺ کا فرمان ہے:

لا حسد إلا في اثنتين رجل آتاه الله مالا فسلطه على هلكته في الحق ورجل آتاه الله حكمة فهو يقضي بها ويعلمها

یعنی: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا جائز نہیں ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اسے حق کے راستے میں خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے دانائی عطا فرمائی اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور اسے لوگوں کو سکھاتا ہو۔(صحیح بخاری :73 ، صحیح مسلم:816)

مزید یہ کہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے نماز میں صفوں کی درستگی کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئےفرمایا:

لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

یعنی تم میں سے جو عقلمند اور سمجھدار ہوں وہ میرے قریب کھڑے ہوں، پھر جو(اس وصف میں)ان کے قریب ہوں پھر جو(اس وصف میں) ان کے قریب ہوں ۔(صحیح مسلم :432 ،سنن ابی داؤد: 674)
اس حدیث سے بھی اس عظیم وصف (عقل و شعور) کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔
ایک حدیث میں آخرت کو یاد رکھنے والے کو عقل مند قرار دیا۔چناچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : میں نبی مکرمﷺ کے ساتھ تھا اس دوران ایک انصاری شخص آپ ﷺکے پاس آیا اور سلام کیا ،پھر اس نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ!
أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟
تمام مومنوں میں سےکون سا مومن افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:
أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا
جس کا اخلاق اچھا ہو۔ پھر اس شخص نے پوچھا:
فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ؟
مؤمنین میں سے کون سا شخص زیادہ عقل مند اور دانا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:
أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ
جو موت کو بہت یادکرنے والا اور اس کے بعد (آخرت میں جو کچھ ہونا ہے) کی تیاری کرنے والاہے، وہی عقلمند ہے۔(سنن ابن ماجۃ: 4259)
خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کی روشنی میں بھی اس کی اہمیت واضح ہوگئی کہ کہیں یہ ایسا وصف نظر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے شخص کی حوصلہ افزائی کے لئے اس کے سامنے ہی تعریف فرمارہے ہیں،کہیں ایسے شخص کو قابل رشک قرار دیا ،کہیں نماز میں اقرب ترین افراد کے لئے اسی وصف میں برتری کو معیار بنادیا گیا ،کہیں اسےاللہ تعالی کے ارادۂ خیر سے تعبیر کیا گیا ۔الغرض مختلف انداز میں اس وصف کا ذکر و اہمیت موجود ہے۔اب آئیے اقوال سلف صالحین کی طرف کہ انہوں نے شعور و بصیرت کو کیا اہمیت دی ؟ اور اہل عقل کے کیا اوصاف بیان کئے؟۔
عقل و شعور کے بارے میں سلف صالحین کے اقوال :
اہل علم نے عقل و شعور کی حیثیت و اہمیت پر بحث کی ہے، بلکہ ابن ابی الدنیا کی اس حوالے سے مستقل کتاب ہے ’’العقل و فضلہ‘‘ اسی طرح امام بیھقی نے شعب الایمان میں اس حوالے سے مستقل ایک فصل قائم کی ہے ،اگر چہ اس کے تحت بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت تک نہیں

پہنچتیں، البتہ اس فصل کے تحت انہوں نے کئی اہل علم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔
عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کاقول:
قِيلَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ: أَيُّ خَصْلَةٍ فِي الْإِنْسَانِ خَيْرٌ؟ قَالَ: " غَرِيزَةُ عَقْلٍ "، قِيلَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ؟ قَالَ: " فَأَدَبٌ حَسَنٌ ". قِيلَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ؟ قَالَ: " أَخٌ شَقِيقٌ يُشَاوِرُهُ "، قِيلَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ؟ قَالَ: " فَصَمْتٌ طَوِيلٌ "، قِيلَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ؟ قَالَ: " فَمَوْتٌ عَاجِلٌ"
عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ انسان میں کون سی خصلت سب سے اچھی ہے ؟انہوں نے جواب دیا :بہت زیادہ عقل و فہم کا ہونا۔ ان سے پوچھاگیا:اگر یہ نہ ہو؟انہوں نے جواب دیا :اچھا ادب۔ ان سے پوچھا گیا:اگر یہ بھی نہ ہو؟ انہوں نےجواب دیا :اس کا بھائی جواسے اچھامشورہ دے۔پوچھا گیااگر یہ بھی نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا طویل خاموشی ۔ پوچھا گیا: اگر یہ بھی نہ ہو ؟ انہوں نےجواب دیا کہ پھر جلدی آنے والی موت۔(شعب الایمان:4354)
احمد بن ابی عاصم الانطاکی رحمہ اللہ کا قول :
قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ: " أَنْفَعُ الْعَقْلِ مَا عَرَّفَكَ نِعَمَ اللهِ عَلَيْكَ وَأَعَانَكَ عَلَى شُكْرِهَا، وَقَامَ بِخِلَافِ الْهَوَى "
یعنی :احمد بن عاصم انطاکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ نافع عقل یہ ہے کہ جس کے ذریعےسے آپ کو اللہ کی نعمتوں کی پہچان ہوجائے،اور جو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں تیری مدد کر ے،اورجو تجھے خواہشات کی پیروی نہ کرنے دے۔(شعب الایمان:4341)
سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول:
قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: " لَيْسَ الْعَاقِلُ الَّذِي يَعْرِفُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، إِنَّمَا الْعَاقِلُ إِذَا رَأَى الْخَيْرَ اتَّبَعَهُ، وَإِذَا رَأَى الشَّرَّ اجْتَنَبَهُ
سفیان بن عیینیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقل مند وہ نہیں جو خیر و شر کو جانتا ہو، بلکہ عقل مند وہ ہے کہ جو خیر کو دیکھےتو اسے اپنالے۔ اور شر کو دیکھے تو اس سے اجتناب کرے۔(شعب الایمان:4342)
ابوعمرو الزجاجی رحمہ اللہ کا قول:
كَانَ النَّاسُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَتَّبِعُونَ مَا تَسْتَحْسِنُهُ عُقُولُهُمْ وَطَبَائِعُهُمْ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَدَّهُمْ إِلَى الشَّرِيعَةِ وَالِاتِّبَاعِ فَالْعَقْلُ الصَّحِيحُ الَّذِي يَسْتَحْسِنُ مَحَاسِنَ الشَّرِيعَةِ، وَيَسْتَقْبِحُ مَا يَسْتَقْبِحُهُ
ابوعمرو الزجاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت میں لوگوں کا معاملہ یہ تھا کہ جو ان کی عقلوں اور طبیعتوں کو اچھا لگتا اسی کو اختیار

کرلیتے،پھر نبی اکرمﷺ کی بعثت ہوئی، آپ ﷺنے ان کو شـــریعت کی طرف اور اپنی اتباع کی طرف پھیر دیا۔پس عقل صـحیح وہی ہے جو شـریعت کے محاســن کو اچھا سـمجھے اور شـریعت جسـے قبیح قرار دے اسـے قبیح سمجھے۔(شعب الایمان:4343)

قیس بن ساعدہ رحمہ اللہ کا قول:

قِيلَ لِقَيْسِ بْنِ سَاعِدَةَ: مَا الْعَقْلُ؟ قَالَ: " مَعْرِفَةُ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ "

قیس بن سـاعدۃ رحمہ اللہ سـے پوچھا گیا کہ عقل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: انســـان کا اپنے نفس کو پہچان لینا عقل مندی ہے۔(شـــعب الایمان : 4349)

ابو عبداللہ النباجی رحمہ اللہ کا قول:

كَانَ أَبُو عَبْدِ اللهِ النَّبَّاجِيُّ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ: " كَيْفَ يَكُونُ عَاقِلًا مَنْ لَمْ يَكُنْ لِنَفْسِـهِ نَاظِرًا، أَمْ كَيْفَ يَكُونُ عَاقِلًا مَنْ يَطْلُبُ بِأَعْمَالِ طَاعَتِهِ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ ثَوَابًا عَاجِلًا، أَمْ كَيْفَ يَكُونُ عَاقِلًا مَنْ كَانَ بِعُيُوبِ نَفْسِـــهِ جَاهِلًا، وَفِي عيوبِ غَيْرِهِ نَاظِرًا، أَمْ كَيْفَ يَكُونُ عَاقِلًا مَنْ لَمْ يَكُنْ لِمَا يَرَاهُ مِنَ النَّقْصِ فِي نَفْسِـهِ أَنَّهُ مَحْزُونًا بَاكِيًا، أَمْ كَيْفَ يَكُونُ عَاقِلًا مَنْ كَانَ فِي قِلَّةِ الْحَيَاءِ مِنَ اللهِ عَزَّ وجل اسْمُهُ مُتَمَادِيًا "

ابو عبداللہ النباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس پر غور نہ کرنے والا کیســـے عا قل ہوســـکتا ہے ؟ یا اعمال طاعت میں لوگوں ســـے جلدی بدلہ مانگنے والا کیســـے عاقل ہوســـکتا ہے ؟یا اپنے عیبوں ســـے ناواقف اور دوسروں کے عیوب تلاش کرنے والا کیسے عاقل ہوسکتا ہے؟ یا اپنے نفس میں خامی نہ دیکھنےوالا کیسے عاقل ہوسکتا ہے ؟ ایسا شخص تو غمزدہ ہی ہوگا۔ یا اللہ سے حیاء نہ کرنے والا کیسے عقل مند ہوسکتا ہے؟۔(شعب الایمان :4350)

اس قول کی روشـنی میں عقل مند کے اوصـاف معلوم ہوئےکہ وہ اپنے نفس پر غور کرنے والا ، نیکی صــرف اللہ کے لئے کرنے والا، اپنے عیبوں اور خامیوں پر نظر رکھنے والااور اللہ سے حیاء کرنے والا ہوتا ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول:

كَانَ السَّلَفُ يَقُولُ: إِنَّ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ زَكَاةً، وَزَكَاةَ الْعَقْلِ طُولُ الْحُزْنِ

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے اور عقل کی زکوۃ طویل حزن ہے۔(شعب الایمان: 4351)

منصور بن معتمر رحمہ اللہ دعا میں عقل صحیح طلب کیا کرتے تھے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: كُنَّا نُجَالِسُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ اعْتَمَدَ عَلَى يَدَيْهِ، وَقَالَ: " اللهُمَّ اجْمَعْ عَلَى الْهُدَى أَمْرَنَا، وَاجْعَلِ التَّقْوَى زَادَنَا، وَالْجَنَّةَ مَآبَنَا، وَارْزُقْنَا شُكْرًا يُرْضِيكَ عَنَّا، وَوَرَعًا يَحْجِزُنَا عَنْ مَعَاصِيكَ،

وَخُلُقًا نَعِيشُ بِهِ بَيْنَ النَّاسِ وَعَقْلًا يَنْفَعُنَا بِهِ "، قَالَ: فَكَانَ إِذَا قَالَ: وَعَقْلًا يَنْفَعُنَا بِهِ يَأْخُذُنِي الضَّحِكُ، فَيَقُولُ: " مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَضْحَكُ يَا ابْنَ أَبِي إِسْمَاعِيلَ؟ قال إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُونُ عِنْدَهُ وَيَكُونُ عِنْدَهُ، وَلَا يَكُونُ لَهُ عَقْلٌ فَلَا يَكُونُ عِنْدَهُ شَيْءٌ "

محمد بن ابی اسماعیل فرماتے ہیں کہ ہم منصور بن معتمر کے ساتھ ہوتے اور وہ اپنے ہاتھوں کے ذریعے سہارالیتے ہوئے کھڑے ہوتے وقت یہ پڑھا کرتے تھے : اے اللہ ہمارے معاملے کو ہدایت پر جمع کردے اور تقوی کو ہمارا زاد راہ بنادے اور جنت کو ہمارا ٹھکانہ بنادے اور ہمیں شکر کی توفیق دے کہ جو تجھے راضی کردے۔اور ایسی ورع کہ جو تیری نافرمانی سے روک لے اور اچھا اخلاق جس کے ساتھ ہم لوگوں کے درمیان رہیں اور ایسی عقل جو ہمیں فائدہ پہنچائے۔محمد بن ابی اسماعیل کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا (یعنی عقل کے بارے میں بھی دعاکی)تو مجھے ہنسی آگئی ۔ منصور بن معتمر فرمانے لگےابواسماعیل کیوں ہنستے ہو؟ آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ بھی اس کے پاس ہو اور وہ بھی اس کے پاس ہو۔ لیکن جس کے پاس عقل نہ ہو اس کے پاس کوئی چیز نہیں۔ (یعنی ہر شے کے بارے میں جہاں دعاکی جاتی ہے وہاں عقل صحیح کے بارے میں دعا کرنا زیادہ ضروری ہے۔)(شعب الایمان:4378)

ابوعاصم رحمہ اللہ کا قول:

كَانَتِ الْعَرَبُ تَقُولُ: كُلُّ صَدِيقٍ لَيْسَ لَهُ عَقْلٌ فَهُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْ عَدُوِّكَ

ابوعاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب یہ کہا کرتے تھے کہ بے عقل دوست دشمن سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔(شعب الایمان:9025)

امام شعبی رحمہ اللہ کا قول:

إِنَّمَا كَانَ يَطْلُبُ هَذَا الْعِلْمَ مَنِ اجْتَمَعَتْ فِيهِ خَصْلَتَانِ: الْعَقْلُ وَالنُّسُكُ، فَإِنْ كَانَ نَاسِكًا، وَلَمْ يَكُنْ عَاقِلًا، قَالَ: هَذَا أَمْرٌ لَا يَنَالُهُ إِلَّا الْعُقَلَاءُ فَلَمْ يَطْلُبْهُ. وَإِنْ كَانَ عَاقِلًا، وَلَمْ يَكُنْ نَاسِكًا قَالَ: هَذَا أَمْرٌ لَا يَنَالُهُ إِلَّا النُّسَّاكُ، فَلَمْ يَطْلُبْهُ. فَقَالَ: الشَّعْبِيُّ وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ يَكُونَ يَطْلُبُهُ الْيَوْمَ مَنْ لَيْسَتْ فِيهِ وَاحِدَةٌ مِنْهُمَا: لَا عَقْلٌ وَلَا نُسُكٌ: "

یعنی: امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :" یہ علم وہ شخص طلب کرے جس میں دو خصوصیات پائی جاتی ہوں ،عقلمندی اور عبادت گزاری۔ جو شخص عبادت گزار ہو اور عقل مند نہ ہو۔ وہ یہ کہے گا یہ وہ کام ہے جسے عقل مند ہی حاصل کرسکتےہیں ، اس لئے وہ اسےحاصل نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ شخص جو عقلمند ہو اور عبادت گزار نہ ہو تو وہ کہے گا کہ یہ وہ معاملہ ہے جسے عبادت گزار ہی حاصل کر سکتے ہیں، اس لئے وہ اس علم کو حاصل نہیں کرے گا۔ شعبی ارشاد فرماتے ہیں اب تو مجھے یہ اندیشہ

ہے کہ آج کل وہ لوگ علم حاصل کرنا شروع نہ کر چکے ہوں جن میں ان دونوں میں سے کوئی بھی خصوصیات نہیں پائی جاتی۔ نہ عقل پائی جاتی ہے اور نہ عبادت گزاری پائی جاتی ہے۔‘‘(سنن الدارمی :383)

یہ قول بڑا ہی قابل غور ہے ،اس قول کی گہرائی میں جایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تینوں چیزیں علم ،عقل اور عبادت باہم ایسا تعلق رکھتی ہیں کہ ایک شے کی اصلاح کے لئے باقی دونوں کا بھی اس سے متصل ہونا ضروری ہے۔ مثلاً عقل کا عبادت و علم دونوں سے تعلق ہے۔یعنی ایسی عقل کا کیا فائدہ جس کے ذریعے سے نہ عبادت کو سمجھا جائے اور نہ ہی اس کے ذریعے سے حصول علم کی کوشش کی جائے۔

اسی طرح علم کا عقل و عبادت دونوں سے بڑا گہراتعلق ہے ۔علم کاحصول عقلِ صحیح کے بغیر ممکن ہی نہیں ۔اور علمِ نافع اس وقت ہوتاہے ،جب اس پر عمل کیا جائے ۔جوکہ عبادت کہلاتا ہے۔

اسی طرح عبادت کا علمِ صحیح اور عقل وفہمِ صحیح دونوں سے بڑا گہرا تعلق ہے ۔اس لئے کہ عبادتِ مطلوب جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ اس کی اساس یہی ہے کہ اس عبادت کے بارے میں شرعی علم بھی ہوکہ یہ عمل شریعت سے ثابت بھی ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہے تو اس عبادت کے بجالانے کا کیا طریقہ ہے؟جب یہ علم ہوگا تو یہ عبادت مقبول ہوگی ورنہ کتنے ہی لوگ عبادت و غیر عبادت کے درمیان فرق ہی نہیں کرپاتے۔سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھ لیتے ہیں۔اور یہ علم ،عقل و شعور کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے۔

امام شعبی کے اس مذکورہ قول خصوصاً اس کے آخری حصے کو اس تفصیل کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس قول کی گہرائی معلوم ہوتی ہے۔ یقیناً یہ اقوال بڑے رہنما اور پر حکمت اقوال ہیں۔ان اقوال سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلاف کے یہاں دانا اور نادان شخص کا کیا معیار تھا؟؟

عقل و شعور انبیاء و مومنین کا وصف :

قرآن مجید میں عقل وشعور اور بصیرت کوانبیاء و مومنین کے عمدہ وصف کے طور بھی بیان کیا گیا ہےجیسا کہ بعض انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئےفرمان باری تعالی ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ

ص – 45

اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو بڑی قوت عمل رکھنے والے اور صاحبان بصیرت تھے۔

اس آیت میں چند انبیاء کانام لے کر ان کے اہل بصیرت ہونے کی گواہی دی گئی۔اسی طرح فرمان باری تعالی ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِي أَدْعُوْٓ إِلَى اللهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

یوسف – 108

کہہ دیجئےیہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں سے نہیں ہوں ۔

اس آیت میں نبی اکرمﷺ اور آپﷺ کے متبعین کی بصیرت کا بیان ہے۔

اسی طرح سورۃ الزمر میں بھی مومنین اور متبعین کا یہی وصف اس انداز میں بیان کیا گیا، چناچہ ارشاد الہی ہے:

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّـهُ ۖ وَأُولَـٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ

الزمر – 18

جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی دانشمند ہیں۔

اس آیت میں مومنین کا وصف بیان ہوا کہ وہ ہدایت یافتہ اور عقل والے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ:

لاَ يُلْدَغُ المُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ

مومن ایک بل سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔ (صحیح بخاری:6133، صحیح مسلم:2998)

یہ حدیث بھی مومن کی فراست و بصیرت کو واضح کردیتی ہے۔کہ مومن کو اگر دانستہ نا دانستہ کبھی ٹھوکر لگ بھی جائے اور وہ کسی دھوکہ یا نقصان کا شکار ہوبھی جائے ،تو وہ مسلسل ایسی غلطیوں کا شکار نہیں ہوتااور اپنی اصلاح کرتا ہے۔

فتنہ دجال اور مومن کی بصیرت :

مومن صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اس کی بنیاد دین اسلام کا فہم اور اس سے وابستگی ہے ۔جیساکہ نبی اکرمﷺ نے دجال کے فتنے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص دجال کی جھوٹی ربوبیت کا انکار کرے گا،تو دجال اسے قتل کرے گا، دو ٹکڑے کردے گا ،پھر دوبارہ زندہ کرکے پوچھے گا کہ بتا! تیرا رب کون ہے؟ یہ شخص کہےگا: میرا رب اللہ ہے ۔اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اور پھر کہے گا

وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي اليَوْمَ

یعنی آج میں تیرے بارے میں (تیرے اس عمل کی وجہ سے)بصیرت میں مزید بڑھ گیا ہوں۔(کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی) (صحیح بخاری:1882 ،صحیح مسلم: 2938، سنن ابن ماجہ:4077 ، مسند احمد: 3/37، صحیح ابن حبان:6801)

دیکھیں جب بڑی تعداد دجال کے فتنے میں آجائے گی، دین اسلام کے صحیح فہم کی وجہ سے حاصل ہونے والا شعور اور بصیرت مومن کے لئے جہاں دیگر کئی فتنوں سے نجات کاسبب بنے گی، وہاں یہ مومن انتہائی اضر (نقصان دہ)فتنۂ دجال سے محفوظ ہو جائےگا۔

میدان مقتل اور بصیرتِ مومن :

مومن کی بصیرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے، قرآن مجید میں مسلمانوں کے غلبہ کا تذکرہ کیا چنانچہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ خَفَّفَ اللَّـهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّـهِ ۗ وَاللَّـهُ مَعَ الصَّابِرِينَ الانفال – 66/65

اے نبی(ﷺ)! مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریئے اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک سو ہوں تو کافروں کے ایک ہزار آدمیوں پر غالب آئیں گے۔ کیونکہ کافر لوگ کچھ سمجھ نہیں رکھتے۔اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور اسے معلوم ہے کہ (اب) تم میں کمزوری ہے۔ لہذا اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صبرکرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں بڑے واضح انداز میں سو (100) مومنین کے دوسو (200)کافروں پر غالب آجانے کے اسباب میں سے ایک سب بیان کیا گیا کہ کافر سمجھ نہیں رکھتے۔ اور تمہارے پاس بصیرت موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ تاریخ کا سرسری مطالعہ کریں، کئی ایک جنگیں جن میں مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوئے، مثلاً غزوہ بدر میں 313مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب آگئے۔اسی طرح دیگر نبی مکرمﷺ کے دور کی بلکہ خلفاء راشدین کے دور کی جنگوں میں بھی اس کا عملی نمونہ موجود ہے۔لہذا یہ بھی مومن کی بصیرت کی بڑی عظیم مثال ہے۔

حدود و قصاص کا نفاذ اہل ایمان کی عقل و شعور کی علامت :

شریعت اسلامیہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے گناہ اور برائیوں کی بیخ کنی اور معاشرے کی اصلاح کے لئے اسلام نے حدود و قصاص کا قانون بنایا کہ اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا بدلے میں اسے قتل ہی کیا جائے گا۔چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے ۔زانی کو رجم کیا جائے گا۔ شرابی کو بھی سزا دی جائے گی۔ تہمت لگانے والے کو اسّی (80)کوڑے لگائیں جائیں گے۔اگر کسی نے کسی کا ہاتھ ،پاؤں ،ناک ، ہاتھ ،توڑا ہے تو بدلے میں اس کا بھی وہی عضو توڑا جائے گا۔قرآن مجید نے اس قصاص کا قانون متعین کیا اور ساتھ ہی اس کا فائدہ بھی بتلایا چناچہ فرمان باری تعالی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

البقرة – 179/178

اے ایمان والو! قتل کے مقدمات میں تم پرقصاص فرض کیا گیا ہے۔ اگر مقتول آزاد ہے تو اس کے بدلے آزاد ہی قتل ہوگا۔ غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی قتل کی جائے گی ۔ پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو معروف طریقے سے (خون بہا) کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل یہ رقم بہتر طریقے سے (مقتول کے وارثوں کو) ادا کردے۔ یہ (دیت کی ادائیگی) تمہارے رب کی طرف سے رخصت اور اس کی رحمت ہے اس کےبعد جو شخص زیادتی کرے،اسے درد ناک عذاب ہوگا۔اور اے اہل عقل و دانش ! تمہارے لیے قصاص ہی میں زندگی ہے۔ (اور یہ قانون اس لیے فرض کیا گیا ہے) کہ تم ایسے کاموں سے پرہیز کرو۔

ان دو آیات میں قصاص کا قانون بھی نافذ کیا گیا اور اس کے فوائدبتلاتے ہوئے اہل عقل کو مخاطب کیا اور فائدے بتلائے کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ قصاص میں زندگی ہے اور اس کے نفاذ سے مجرم، جرم کے ارتکاب سے باز رہے گا۔یعنی جب مجرم کو سزا بھی ویسی ہی ملے گی تو لوگوں پر اس طرح ظلم نہیں کرے گا اور اگر اسے قصاص کا ڈر نہ ہوا تو وہ مزید جری ہوکر لوگوں کو نقصان پہنچائے گا اور پھر رفتہ رفتہ دیکھا دیکھی خانہ جنگی کی صورت بن جائے گی ۔جیسا کہ جاہلیت کا دور تھا۔ مگر عجیب یہ ہے کہ آج کل خود کو دانشوروں میں شمار کرنے والے (حقیقتاً دانشمندی سے کوسوں دور ہیں۔)حدود و قصاص پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سزائیں انسانیت کے حقوق کے منافی ہیں ۔کتنی عجیب بات ہے جن

سزاؤں کے ذریعے سے مجرم کو جرم سے روکا جاسکتا ہے اور عین انسانی حقوق کی پاسداری ہوسکتی ہے۔ انہیں انسانی حقوق کے منافی سمجھتے ہیں ۔ایسے لوگ دراصل نادانی کی گہری کھائی میں گرے معلوم ہوتے ہیں،اس لئے کہ جہاں قوانین میں نرمی ہے اور قوانین پر عمل درآمد نہیں ،وہاں جرائم کی شرح کیا ہے اور اس کے مقابلے میں جہاں اسلامی قانون نافذ ہے وہاں جرائم کی شرح کیا ہے؟اہل مشاہدہ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاں اسلامی قانون نافذ العمل ہے ،وہاں دوسرے ممالک کی بنسبت جرائم کی شرح آٹے میں نمک کے برابر ہے ، اس حقیقت کے باوجود نادان ’’دانشمند ‘‘ اسلامی قوانین پر انگلیاں اٹھاکر کیا باور کرانا چاہتے ہیں؟؟
بہرحال حدود و قصاص کا نفاذ اہل ایمان کے شعور و بصیرت کی بڑی عمدہ مثال ہے،اور یہی بات قرآن مجید کہہ رہا ہے۔

دین کی خدمت کے لئے عقل مند اور ذہین بچےیا شخص کا انتخاب ہونا چاہیے:

عقل و حافظہ جب ایک عظیم نعمت ہے تویقیناً اس کا شکرانہ بھی ضروری ہے ۔اور شکر قول و فعل سے ہونا چاہئے۔ لہٰذا اس حوالے سے ہمیں شکر کے طور پر زبان سے بھی شکر ادا کرنا چاہئے اور عملاً بھی ۔عمل سے شکرکی ادائیگی اس طرح ہے کہ دینیات کو یاد کیا جائے ،یعنی قرآن و سنت کو یاد کیا جائے ۔اور اس کے علم سے حقیقی تعلق جوڑا جائے۔مگر افسوس ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے ،ہم اپنی اولاد میں جس بچے کو زیادہ ذہین سمجھتے ہیں، اسے ڈاکٹر ،انجینئر وغیرہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔اور جس بچے کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ وہ حافظے میں کم ہے۔ اسے مدرسے کی جانب لے آیا جاتا ہے کہ یہ قرآن و سنت کا علم حاصل کرے گا۔ دیکھئے دین کے لئے ہمارے دلوں میں یہ حیثیت اور جگہ ہے۔جبکہ ہمارے اسلاف کی زندگیوں کو اگر دیکھا جائے تو انہوں نے اس علم کے حصول کے لئے دنیا کی بڑی بڑی اشیاء کی قربانیاں دی ہیں۔ اور دین کی خدمت کے لئے بھی ذہین و فطین افراد کا انتخاب کیا جاتا تھا۔یہاں صرف دو مثالیں دی جاتی ہیں۔

(1) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو ابو طلحہ خود بچپن میں ہی نبیﷺ کے پاس لے کر آئے تھے۔چناچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں۔کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے ان کاکوئی خادم نہیں تھا ۔ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور کہا:
يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ

اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ انس بڑا عقل مند ،سمجھ دار لڑکا ہے ،یہ آپ کی خدمت کرے گا۔(صحیح بخاری:2768، صحیح مسلم: 2309)
ایک روایت میں ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
وَكُنَّ أُمَّهَاتِي يَحْثُثْنَنِي عَلَى خِدْمَتِهِ
میری مائیں مجھے نبی ﷺ کی خدمت کا شوق دلایا کرتی تھیں۔(مسند ابی یعلی:3554)
اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے نبیﷺ کی دس سال خدمت کی، سفر و حضر میں نبی اکرمﷺ کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور بڑی تعداد میں نبیﷺ کی روایات کو امت تک بھی پہنچایا ۔یقیناً یہ نتیجہ والدین و مربیین کی تربیت اور ان کے انتخاب کا تھا۔ذہین لڑکے کو نبیﷺ کی خدمت کے لئے پیش کیا۔
(2) دوسری مثال یہ ہے کہ نبی رحمتﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اور جب جمع قرآن کا مسئلہ آیا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے دور میں بھی وحی لکھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زید بن ثابت کی اگرچہ عمر بہت زیادہ نہیں تھی لیکن ان کی یہی خصلت کہ وہ سمجھدار تھے ،اسی خصلت کی بنیاد پر انہوں نے زید بن ثابت کا انتخاب کیا تھا، چناچہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو یہ ذمہ داری سونپنے کے لئے بلایا تھا اور یہ ذمہ داری سونپتے وقت یہی کہا تھا:
إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لاَ نَتَّهِمُكَ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ فَاجْمَعْهُ
آپ سمجھ دار نوجوان ہواور ہم آپ کو متہم بھی نہیں سمجھتے، اور آپ رسول اللہ ﷺکے لئے وحی لکھتے تھے۔ اس لئے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو ۔(صحیح بخاری:4986)
ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھ کے ہمیں بھی یہی انداز اختیار کرنا چاہئے کہ اپنی اولاد میں سے عمدہ کو ہی اللہ کی راہ کے لئے منتخب کریں۔تاکہ صحیح معنی میں دینی خدمت کا حق ادا ہوسکے۔لیکن اس کا قطعاً یہ معنی بھی نہیں کہ جس مینعقل کی کمی دیکھی جائے اسے سرے سے ہی اس علم سے محروم رکھا جائے۔
بہرحال ہماری اس گفتگو سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ اسلام نے عقل و شعورکی حیثیت و اہمیت کو کس طرح سے بیان کیا ہے ،نیز انبیاء اور مومنین و صالحین دانشمند اور صاحب بصیرت کا بھی بڑے احسن انداز میں

ذکر کیا گیا ہے۔اس حوالے سے اس کا یہ پہلو بھی قابل مطالعہ ہے کہ انبیاء و مومنین وصالحین کی بصیرت و فراست کے عملی مظاہرجو قرآن و سنت اور کتب سیر و تراجم میں موجود ہیں۔ اس باب کو کسی اور موقع کے حوالے کئے دیتے ہیں۔اور مومنین کے مقابلے میں مشرکین کے شعور و بصیرت کی طرف آتے ہیں۔

مشرکین نادان اور بے عقل :

قرآن مجید میں دو طرح کے عقلی دلائل ملتے ہیں۔ انفسی دلائل، یعنی اپنے نفسوں میں غور کروکہ تمہیں کس نے پیدا کیا۔اور آفاقی دلائل آسمان وزمین اور پورے عالم کی دیگر اشیاء کی طرف غور کرو کہ انہیں کس نے پیدا کیا۔دلائل عقلیہ پیش کرنے کے باوجود جو لوگ دولت توحید و اسلام سے محروم رہے اور مشرک و کفار ٹھہرے ۔اللہ تعالی نےان کی نادانی اور بے عقلی کو واضح طور بیان کیا ۔ فرمان باری تعالی:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

البقرة – 171

کافروں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز (مثلا جانو روں) کو پکارتا ہے وہ جانور اس کی پکار اور آواز کے سوا کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے اسی طرح یہ (کافر) بھی بہرے، گونگے اور اندھے ہیں جو کوئی بات سمجھ نہیں سکتے۔

اس آیت میں واضح طورپر ان کے عقلی نقص کی نفی کردی گئی ہے۔ایک مقام پر انہیں جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر کہا گیا ۔فرمان باری تعالی:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ

الاعراف – 179

بہت سے ایسے جنّ اور انسان ہیں جنہیں ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان سے (حق کو) سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں، لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں ۔ ایسے لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر کئی آ یات میں مشرکین و منافقین اورکفار وغیرہ کی اس کمزوری و نقص کا مختلف انداز میں ذکر ہے۔مثلاً سورة

المائدۃ:103،58، انفال: 22، یونس :42، 100، الحج :46، الفرقان: 44، العنکبوت :63 ، الحشر: 14، الملک: 10

(15) فرشتوں کی دنیا

الشیخ حماد امین چاولہ حفظہ اللہ

فرشتے” تعریف و وجود”:

فرشتے نورانی مخلوق ہیں جنہیں ان کی اصلی شکل و صورت میں دیکھنا انبیاء و رسول علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے اردگرد لاتعداد فرشتے اپنے کاموں میں مصروف ہیں مگر ہمیں وہ دکھائی نہیں دیتے۔ اگر وہ انسانی شکل اختیار کر کے سامنے آئیں تو پھر انہیں دیکھنا ممکن ہے ۔انسان کی نسبت فرشتے عظیم مخلوق ہیں اوران میں بھی بعض چھوٹے ہیں اوربعض بڑے۔

فرشتوں کے پر:

فرشتوں میں بعض کے دو دو پر ہیں اور بعض کے چھ چھ سو تک۔ قرآن مجید میں ہے:

الْحَمْدُ لِلَّـهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا

[الفاطر : 01]

”اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو (ابتداً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو دو، تین تین،چار چار، پروں والے فرشتوں کو اپنا قاصد (پیغمبر) بنا نے والا ہے۔“

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:”میں نے جبرائیل کوان کی اصلی پیدائشی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ میں نے انہیں آسمان سے اترتے دیکھا تو ان کا وجود آسمان سے لے کر زمین تک پھیلا ہوا تھا۔“ (ترمذی،صححہ الألباني)

بعض روایات کے مطابق جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر دیکھے گئے اور ہر پر نے اُفق کو گھیر رکھا تھا۔ ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی بکھر رہے تھے۔ (مسند احمد:3617)

فرشتوں کے قد وقامت:

وہ فرشتے جنہوں نے عرش اُٹھا رکھا ہے۔ ان کے قدوقامت کے بارے میں سیدنا نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”مجھے ان میں سے ایک فرشتے کی قدوقامت بیان کرنے کی یہ اجازت ملی ہے(اور اُس کا وجود کتنا بڑا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ) اس کے کان کی لو سے کندھے تک کا درمیانی حصہ اتنا لمبا ہے کہ جتنی سات سو سال کی مسافت۔“ (ابوداؤد،صححہ الالبانی)

ایک دوسری حدیث میں سیدنا انس رضي الله عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺنے ارشاد فرمایا:
''عرش کو اُٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں مجھے یہ بتانے کی اجازت دی گئی ہے، اس کے پاؤں سب سے نچلی ساتویں زمین میں ہیں اور اس کےکندھوں پر عرش ہے اور اس کے دونوں کانوں کی اور کندھوں کے درمیان اتنی دوری ہے کہ اسے طے کرنے کے لیے پرندے کو سات سو سال کی پرواز چاہئیے۔ وہ فرشتہ کہتا ہے: '' یا اللہ ! تو پاک ہے جہاں بھی ہے اورجہاں بھی ہو ۔'' (مسند ابی یعلی:6584)

فرشتوں کی ضروریات:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں شادی بیاہ کی حاجت نہیں رکھی اسی طرح انہیں کھانے پینے سے بھی بے نیاز کردیا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن مجید میں مذکورسیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ (علیہ السلام) ان کے لیے فوراَ گوشت لے آئے مگر انہوں نے اسے تناول نہیں کیا۔

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ (٢٦) فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ
[الذاریات : 26 – 27]

پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے۔ اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بیماری، سستی، کاہلی، دکھ، تکلیف، تھکاوٹ اور اکتاہت وغیرہ سے محفوظ رکھا ہے اور وہ دن رات فقط اللہ تعالی کی اطاعت میں اپنے کاموں میں مصروف و مشغول ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ (١٩) يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ
[الانبیاء : 19 – 20]

''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کر تے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات (اس اللہ کی) تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔''

آرام اور نیند، تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے اور جب یہ واضح ہوگیا کہ فرشتے نہ تھکتے ہیں اور نہ سست پڑتے ہیں تو پھر لا محالہ ان کے لیے ان کے لیے نیند اور آرام کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ فرشتے تقریباً عام طور پر آسمانوں میں رہتے ہیں۔ اور اللہ کے حکم سے

مختلف کاموں کے لیے زمین پر اترتے ہیں اور پھر واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر خود فرشتوں کی یہ بات مذکور ہے کہ:
وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ
[مریم : 64]
’’ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔‘‘
فرشتوں کی تعداد:
فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:
وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ
[المدثر : 31]
’’تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہیں۔‘‘
بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد بہت ذیادہ ہے بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں سے بھی ان کی تعداد ذیادہ ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:
سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’ آسمانوں میں کہیں چار انگلیاں جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔‘‘ (ترمذی 2312و ابن ماجہ4190و أحمد1735)
سیدنا عبداللہ بن مسعودرضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:’’قیامت کے روز جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر (۷۰) لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ کر لارہے ہوں گے۔‘‘ (صحيح مسلم:2842)
فرشتوں کی ایک اور خاصیت:
فرشتوں کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکم سےاپنی اصلی شکل کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرسکتے ہیں۔ یہ صورت کسی ایسے انسان کی بھی ہوسکتی ہے جسے دیکھنے والے پہچان لیں۔ انسانوں کے علاوہ کسی اور ذی روح کی صورت اختیار کرنے کی فرشتوں کو طاقت ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صراحت یا ذکر نہیں ملتا البتہ ان کے انسانی شکل اختیار کرنے کے واقعات ضرور ملتے ہیں اور انہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیگر شکلیں بھی اختیار کرسکتے ہیں۔

سیدناابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسانی شکل میں آئے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان فرشتوں کو پہچان نہ پائے پھر فرشتوں کے بتانے پر آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ انسان نہیں ہیں۔

سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس سیدنا جبریل انسانی شکل میں تشریف لائے تھے۔اورسیدناجبریل علیہ السلام سوائے دو مرتبہ کے ہر مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس انسانی شکل میں تشریف لائے۔

فرشتوں کی طاقت:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسانوں اور جنوں سے کئی گناہ زیادہ قوت و طاقت عطا کر رکھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب طائف کے مقام پر وہاں کے لوگونکو اسلام کی دعوت پیش کی توآپ ﷺ پر وہاں کے لوگوں نے ظلم وجبر کی انتہا کر دی اور آپ ﷺ کو لہولہان کردیا تواُس مقام پرسیدنا جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ۔ انہوں نے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپﷺ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے اور جو انہوں نے آپ کے خلاف اقدام کیا (وہ بھی دیکھ چکا ہے) آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اس (فرشتے) کو حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کا فرشتہ مخاطب ہوا، اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا:اے اللہ کے رسولﷺ آپ جو حکم دیں گے (میں اس کی تعمیل کروں گا) اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑوں کو ان پر لا کر ملا دوں (جن سے یہ پس جائیں؟) ‘‘۔

اسی طرح سیدنا جبرائیل کی قوت و طاقت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ

[النجم : 5]

’’ اُسے (یعنی رسولِ اکرم ﷺ) کو زبردست طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے۔‘‘

فرشتوں کا نظم و ضبط:

فرشتے اپنے ہر کام میں نظم و ضبط کی پابندی کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا سستی اور کاہلی وغیرہ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ جن فرشتوں کی جب اور جہاں ڈیوٹی شروع ہوتی ہے وہ اس وقت وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اپنے کسی کام میں ہلہ گلہ اور شورشرابا نہیں کرتے۔

فرشتوں کی موت کا بیان:

جس طرح انسانوں کی پیدائش اور موت کے مختلف مراحل ہیں، فرشتوں کے لیے یہ مراحل نہیں ہیں یعنی دنیا میں نئے انسان پیدا ہوتے ہیں اور

پہلے سے موجود انسان فوت ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس کے برعکس جب سےاللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے، تب سے وہ زندہ ہیں اور قیامت قائم ہونے تک جب تک اللہ چاہےزندہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو ذمہ داریاں دی گئی ہیں انہیں احسن طریقے سے وہ پورا کرتے رہیں گے لیکن جب قیامت آجائے گی تو یہ فرشتے بھی موت سے دوچار ہوں گے اور ایک ایسا اقت آئے گا جب کائنات میں اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی اور زندہ نہ رہے گا۔ اسی صورتحال کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

[الرحمٰن : 26 – 27]

''زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، وہی باقی رہ جائے گی''۔

مزید ایک جگہ فرمایا کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ

[آل عمران : 185]

'' ہر نفس (جان) کو مرنا ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کائنات تباہ ہوگی اوراللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ذی روح موت سے دوچار ہوگی۔ اُس کے بعدسب سے پہلے اللہ تعالیٰ سیدنا اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کریں گے اور انہیں حکم دیں گے کہ وہ صور پھونکیں۔ جس سے وہ ساری مخلوق جو مردہ تھی، زندہ ہوجائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ

[الزمر : 68]

''پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ (سب) کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ فرشتوں پر بھی اسی طرح موت و فنا نے آنا ہے جیسے دیگر تمام مخلوقات پر موت آئی گی،اور اس بات پر قرآن و سنت کے دلائل بھی شاہد ہیں جیساکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

[القصص : 88]

'' اُس ذاتِ باری(اللہ تعالیٰ)کے علاو ہرچیز نے فنا ہونا ہے''۔

جس میں فرشتے بھی شامل ہیں جیساکہ تفسیر قرطبی میں سیدنا ابنِ عباس رضي اللہ عنہماسے منقول ہے۔

فرشتوں کی موت کی کیفیت:

اورجہاں تک فرشـــتوں کی موت کی کیفیت کا تعلق ہے تو اس حوالہ ســـے قرآن و سنت کے نصوصِ صحیحہ سے ہمیں کچھ نہیں ملتا،البتہ چند ضعیف روایات و آثار اس حوالہ سے ضـرورملتےہیں خصـوصـاً چار بڑے فرشـتے ســیدنا جبرائیل، میکائیل، اســرافیل اور ملک الموت کی موت کی کیفیت کے حوالہ سے ۔

لیکن یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ:

یہ مسـئلہ غیبی معاملات ســے تعلق رکھتا ہے اور غیبی امور ســے متعلق کچھ بھی اُس وقت تک بیان نہیں کیا جاســکتا جب تک کہ اُس کا ثبوت قرآن کریم یا صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔

قرآن وسنت کے ظاہری آثار سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تمام فرشتوں کی ارواح کو ملـک الموت ہی قبض کریں گے اور ملـک الموت بغیر کســـی فرشتے کے روح قبض کئےفوت کیئے جائیں گے۔ والعلم عند اللہ ۔

(16) قیامِ امن سیرت نبوی علیہ السلام کی روشنی میں

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین ۔أما بعد !

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار انعامات و احسانات فرمائے ہیں کہ جنہیں شمار کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللہِ لَا تُحْصُوْھَا

ابراھیم – 34

ان انعامات میں سے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ امن ، سکون ، راحت و آرام، اور یہ انسان کو اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جب وہ ہر طرح سے بے خوف ہو جائے اور وہ سمجھے کہ اب میری جان، مال، عزت و آبرو محفوظ و مامون ہے ۔ تو وہ پرُسکون زندگی گزارے گا لیکن اگر وہ سمجھتا ہے کہ کوئی اس کا دشمن اس کی جان مار دے گا یا اس کا مال لوٹ لے گا یا پھر اس کی عزت کو پامال کر دیگا۔ تو وہ پریشان ہو جائیگا اور اس کا سکون ، راحت و آرام سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خوف اور پریشانی کو ایک امتحان و آزمائش بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

البقرۃ – 155

’’اور ہم تمہیںخوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں‘‘ اس کے مقابلے میں امن و سکون اور محبت و پیار اور بھائی چارے کو اپنی نعمت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّـهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّـهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّـهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

آل عمران – 103

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب تم[٩٤] ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھراللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی انداز سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست کو پاسکو‘‘۔

یہ امن و سکون انسان کی زندگی کے لیے انتہائی ضروری ہے کیونکہ امن ہو گا توآدمی ہر کام احسن طور پرکر سکتا ہے۔ ذاتی طور پر انسان کا سونا جاگنا‘ کھانا پینا‘ کام کاج ‘ محنت مزدوری وغیرہ تبھی بہتر طریقے سے کر سکتا ہے۔ جب امن و سکون ہو گا اور اگر امن و سکون نہیں تو پھر یا تو آدمی کوئی کام بھی نہیں کر سکے گا۔ اور اگر کر بھی لے گا تو صرف خانہ پُری ہی ہو گی بہترین اور تسلی بخش نہیں ہو گا۔ اور یہ امن و سکون کی ضرورت تو انسان کو خوراک سے بھی پہلے ہے جس پر اس کی زندگی کا انحصار ہے کیونکہ سکون ہو گا تو آدمی کھانا کھا سکتا ہے۔ پانی پی سکتا ہے ورنہ یہ ساری چیزیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اسی لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رزق و خوراک سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ سے امن و سکون کی دعا کی تھی:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

البقرة – 126

’’ اور جب ابراہیم ؑ نے یہ دعا کی کہ :اے میرے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہربنا دے۔ اور اس کے رہنے والوں میں سے جو کوئی اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما‘‘۔

بدامنی‘ خوف اور ڈر بہت بڑی آزمائش ہے (اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

البقرة – 155

’’اور ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں‘‘۔

اسی لیے امام الانبیاء سیدنا محمد رسول نے ساری زندگی قیام امن کے لیے مثالی جدوجہد کی۔ اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺنے اپنے عمل و کردار سے امن و امان کو قائم کرنے اور اسے باقی رکھنے کے لیے بھرپور کوشش فرمائی اور اعلان نبوت کے بعد بھی آپ ﷺنے امن و سلامتی کی ناصرف کہ تعلیم دی بلکہ آپ ﷺنے اس کا ایسا عملی نمونہ پیش فرمایا کہ جس کی مثال دینے سے دنیا آج تک قاصر ہے۔ آپ ﷺنے اپنی تعلیمات اور اپنے عمل و کردار سے کچھ ایسے راہنما اصول مقرر فرما دیئے کہ جو رہتی دنیا تک امن و امان کے قیام اور اس کی بقاء کے ضامن ہیں۔آج ہمارے حکمران بھی ملک اور معاشرے میں امن و سکون قائم کرنے کی خواہش

رکھتے ہوئے کئی جائز اور ناجائز اقدامات کر رہے ہیں لیکن حالات ’’مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی‘‘ کے مصـــداق پہلے ســـے زیادہ ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ذیل کی سطور میں امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺکی سیرت طیبہ کی روشـــنی میں چند راہنما اصـــول ذکر کیے جاتے ہیں اگر ہمارے حکمران چاہیں تو ان کو عملی جامہ پہنا کر اپنے معاشرے ‘ ملک و قوم اور ادارے میں امن و سکون کی بہار دیکھ سکتے ہیں۔ مگر تجربہ شرط ہے۔

(1)عدل و انصاف:

قیام امن کے لیے جو چیز بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کے بغیر امن و امان کی چاہت اور تصور بھی سوائے حماقت کے کچھ نہیں اور وہ چیز ہے۔ عدل و انصـــاف۔ ا س کے بغیر تو امن کا تصـــور بھی محال ہے۔ ذرا غور کیجئے انســان کسـی بھی شـعبہ زندگی میں ذمہ دار ہو اور وہ انصـاف کے تقاضـــے پورے نہ کرتا ہو تو وہاں وہ اپنے ماتحتوں میں امن قائم نہیں کر سکتا۔ کوئی شخص اپنے گھر میں جس کا وہ سربرا ہ ہے جس میں اس کی بیوی ہے جس سے تعلقات کی گرہ بھی خاوند کے ہاتھ میں ہے اگر اس کے ساتھ انصاف نہیں کرتا تو گھر میں سکون نہیں ہو سکتا۔ امن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر روز ایک نئی لڑائی اور جھگڑا ہو گا جس کو یہ شـخص نمٹا رہا ہو گا حتی کہ باوجود گھر کا ســـربراہ ہونے کے یہ خود بھی زندگی کا کوئی لمحہ خصوصاً گھر میں گزرے ہوئے اوقات کو سکون سے نہیں گزار سکے گا۔ اس کے گھر‘اس کے بچے ہیں جو اس کی اولاد ہونے کے نـاطے ہمہ قسم کی فرمانبرداری کرنے کے پابند ہیں حتی کہ رسول ﷺنے فرمایا کہ اگر ماں باپ ظلم بھی کریں تب بھی اولادکی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں‘‘ لیکن اگر انسان اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصـاف نہیں کرتا تو کبھی بھی گھر میں امن نہیں ہو سـکتا۔ ابھی گذشـتہ روز ہی پنجاب اســـمبلی کے ایک رکن پر اس کے حقیقی بیٹوں نے فائرنگ کر کے قتل کرنے کی کوشش کی۔ وجہ صرف اور صرف گھر میں ناانصافی ہے۔

ســیدنا نعمان بن بشــیر رضــی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم سیدنا بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے رسولﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺمیں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے آپ ﷺاس پر گواہ بن جائیں تو رســـول اللہ ﷺنے فرمایا کہ کیا اس بیٹے کے علاوہ بھی تیری کوئی اولاد ہے تو میرے باپ نے عرض کیا کہ جی ہاں اللہ کے رســـول ﷺتو آپ ﷺنے فرمایا کہ کیاتو نے اپنے باقی بچوں

کو بھی اس طرح کے غلام ہبہ کیے ہیں۔ عرض کیا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اعدلوا بین اولادکم اعدلوا بین اولاد کم

”اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصـــاف کرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو،.

آپﷺنے ارشاد فرمایا کہ یہ ظلم ہے اور میں اس ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا یا تو اپنے باقی بچوں کو بھی اسی طرح برابر کا ہبہ دو یا پھر اس سے بھی واپس لے لو۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺنے فرمایا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی اولاد آپ کی ایک جیســـی خدمت اور احترام کرے۔ (یعنی اگر ایک جیسـا سلوک نہیں کرو گے ،اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصـاف نہیں کرو گے تو اولاد میں اختلاف ہو گا کوئی آپ کا احترام کرے گا کوئی نہیں کریگا۔ کوئی خدمت کریگا اور کوئی نہیں کریگا ۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ گھر برباد ہو جائے گا۔ امن و ســـکون تہہ و بالا ہو کر بدامنی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

اسی لیے رسول اللہﷺنے عدل و انصاف کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی آپﷺنے اس کا نمونہ پیش فرمایا کہ آپﷺاپنی بیویوں کو ایک جیسی سـہولتیں اور ایک جیسـا برابر برابر وقت دیتے تھے۔ کسـی ایک بیوی کے وقت کو دوسری بیوی کے لیے صرف کرنے کو آپ ﷺ ظلم خیال کرتے تھے۔ آپ ﷺکی ســیرت کے اس روشـــن پہلو میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑی راہنمائی موجود ہے۔ جو کســـی بھی جگہ پر ذمہ دار ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے گھر ، ادارے ، دفتر ، علاقے اور ملک میں امن و ســکون ہو، بغاوت نہ ہو، حکم عدولی اور نافرمانی نہ ہو، کوئی مجھے دھوکہ نہ دے تو اســے چاہئے کہ وہ اپنے ماتحتوں میں بھی ایسـا انصـاف کرے جیسـا وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے تو پھر دیکھنا کہ ایسے شخص کی وزارت ، نظامت اور ادارت و حکمرانی کس قدر پُر ســکون ، خوشــحال اور مثالی ہوتی ہے۔ لیکن تجربہ شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق فرمائے۔ آمین۔

(2) ذاتی مفادات کی قربانی؛

معاشرے میں امن و سکون کے لیے عدل و انصـاف کے بعد سـب سے اہم ترین عنصر اور بنیادی ضرورت ہے۔قربانی۔ کہ انسـانی اپنی خواہشـات اور اپنے ذاتی مفادات کو دوسـروں کے آرام و سـکون یا فائدے کی خاطر قربان کر دے اور دوسرے بھائی کو سہولت دے اس کی ضروریات اور خواہشات کا احترام کرے۔ کیونکہ جب آدمی اپنے مفادات کو حاصـــل کرنے یا اپنی خواہشـــات کو پورا کرنے کے لیے دوســـرے کے مفادات کو نظر انداز کرتا

ہے۔ یادوسرے کے جذبات کو روندتے ہوئے اس کی خواہشات کا خون کرتا ہے تو نتیجہ بدامنی کی شکل میں نکلتا ہے۔ رسول ﷺکی سیرت طیبہ میں یہ واقعہ بہت معروف ہے کہ قبل از نبوت قریش مکہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو حجر اسود کی تنصیب پر ان میں اختلاف ہو گیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک قبیلہ خواہش مند تھا کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت اسے حاصل ہو لیکن پتھر ایک تھا جبکہ امیدوار زیادہ تھے آخر کار یہ معاملہ نبی رحمت سیدنا محمد ﷺکی ذات گرامی کے سامنے آ گیا کہ جو بھی فیصلہ آپ ﷺکریں گے وہ سب قبائل کو منظور ہو گا۔ اب آپ ﷺنے جو فیصلہ فرمایا اس نے بڑے بڑے جگادری کھڑپینچوں کو انگشت بدنداں کر دیا کہ اس سے بہتر کوئی فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ ﷺنے چادر بچھائی اس چادر پر حجر اسود کو رکھا اور پھر تمام قبائل کے سرداروں کو اس چادر کو کونوں سے پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا جب چادر مطلوبہ مقام تک بلند ہو گئی تو آپ ﷺنے حجر اسود کو اٹھا کر بیت اللہ کی دیوار میں اس کے مقام پر رکھ دیا اس طرح ہر قبیلے والے نے سمجھا کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت ہمیں ہی حاصل ہوئی ہے۔

قارئین ذی وقار!

آپ غور فرمائیں کہ ہادی عالمﷺنے کس حسن و خوبی کے ساتھ نہ صرف کہ اس اختلاف کا خاتمہ فرمایا بلکہ تمام فریقوں کو مطمئن بھی کر دیا اور خوش بھی اگر آپﷺچاہتے تو آپﷺخود ہی پتھر کو زمین سے اٹھا کر دیوار میں نصب کر دیتے یا اپنے خاندان میں سے کسی بزرگ کا انتخاب کر دیتے۔ آپﷺجو بھی فیصلہ کر دیتے وہ سب کو منظور ہوتا کیونکہ فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں تھا لیکن آپﷺنے نہ کسی کو نظر انداز کیا اور نہ ہی کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی او رایک بہترین فیصلہ کر دیا۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ قبائل جو تھوڑی دیر پہلے لڑنے مرنے کے لیے تیار تھے ناصرف کہ آپس میں شیر و شکر ہو گئے بلکہ شاداں و فرحاں بھی تھے۔ آج ہم اپنے گھروں ' اداروں' محکموں' علاقوں اور ملک میں جو بدامنی دیکھتے ہیں اس کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب ذاتی مفادات کی آبیاری اور اقربا پروری ہے کہ اگر کسی کو کسی جگہ پر بھی کسی بھی حیثیت سے فیصلے کا اختیار مل جائے تو پھر اسے اپنی ذات یا اپنے عزیز و اقرباء اور دوست احباب کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا۔ ویسے تو اس کی مثالیں آپ کو گھر کی چار دیواری سے لیکر اپنے گرد و پیش جگہ جگہ نظر آئیں گی لیکن قومی سطح پر حکمرانوں کا انتخاب اور ان کے چال چلن کو دیکھ لیں تو شاید کسی دوسری مثال کی ضرورت ہی نہ رہے۔

(3) خواہشات کی قربانی:

مفادات کے ساتھ ساتھ اپنی خواہشات کی قربانی دینا بھی معاشرے میں امن و امان کے لیے انتہائی ضروری ہے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ فلاں کام اس طرح ہونا چاہئے مگر کوئی دوسرا کسی اور کام یا طریقے کو پسند کرتا اور چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایک اپنے موقف کو چھوڑ دیگا اور اپنی خواہش کو قربان کر دیگا تو امن و سکون قائم ہو جائے گااور اگر وہ دونوں ہی یا سب لوگ اپنی اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ڈٹ جائیں اور ضد کریں تو نوبت لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت تک پہنچے گی اور اگر ان میں کوئی فریق طاقتور اور دوسرا کمزور ہو گا تو طاقتور آدمی اپنی خواہشات کو پورا تو کرلے گا۔ کیونکہ اس کے پاس مال ، دولت، عہدے اور اختیار کی قوت و طاقت ہے جبکہ دوسرے فریق کو یہ قدرت حاصل نہیں لیکن کمزور فریق بھی اس کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اب یا تو وہ بغاوت کریگا یا کوئی نہ کوئی ناجائز طریقہ اپنا کر وہ بھی اپنی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کریگا تو دونوں صورتوں میں امن و سکون برباد ہو گا۔

امام الانبیاء سیدنا محمد ﷺکی حیات طیبہ میں اس کا نمونہ بھی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺنے ایک مرتبہ اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیت اللہ کومنہدم ا کر نئے سرے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام والی بنیادوں پر تعمیر کروں لیکن آپ ﷺنے صرف اس لیے اپنی اس خواہش کو چھوڑ دیا کہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اگر بیت اللہ کو گرا دیا گیا یا اس کی ہئیت کو تبدیل کر دیا گیا تو کہیں یہ اسلام سے متنفر ہی نہ ہو جائیں۔ لہٰذا آپ ﷺنے اپنی اس خواہش کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔

معزز قارئین!

سیرت طیبہ کے اس روشن پہلو سے بھی ہمارے لیے یہ سبق اور نصیحت واضح ہوتی ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ معاشرے میں امن و سکون ہو تو پھر ہمیں اپنی خواہشات کو خواہ وہ کس قدر ہی حق پر مبنی کیوں نہ ہوں قربان کرنے کا اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنا چاہیے۔ ورنہ دھونس دھاندلی اوراپنے اختیار و قوت کے ناجائز استعمال سے بدامنی تو جنم لے سکتی ہے اور اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ مگر معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رسول اللہﷺکی سنت اور طریقے کو اپناتے ہوئے حالات کی بہتری، امن و سکون اور اتفاق و اتحادکی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کر دیں اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے گا۔ اور انسان کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائیگی ۔ إن شاء اللہ

(4) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام:

معاشــرے میں قیام امن کے لیے ضــروری ہے کہ انســان ہر اچھے کام کی تلقین کرتا رہے اور لوگوں کو برائی سے روکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا حکم‘ ارشاد فرمایا ہے حتی کہ جن لوگوں نے یہ فریضہ کماحقہ ادا نہیں کیا تھا ان کی شــکلیں تک بگاڑ دیں اور قیامت تک انہیں نمونہ عبرت بنا دیا۔ خود رسـول اللہﷺنے بھی اس کی تلقین فرماتے ہوئے یہاں تک ارشــاد فرمایا کہ: ’’جو شــخص برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے وہ ہاتھ سے روکے‘ جو زبان سے روک ســکتا ہے وہ زبان ســے کہے اور جس میں اتنی بھی ہمت‘ طاقت اور جرات نہیں وہ اس برائی کو اپنے دل ســــے ہی برا جانے یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔‘‘ اور آپﷺنے عملاً بھی اس کا نمونہ پیش فرمایا۔ کہ جب آپ نے امن کو خطرہ محســـوس کیا تو فوراً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نسخہ استعمال فرمایا تو امن قائم ہو گیا۔

’’ســیدنا کعب بن مالک رضــی اللہ تعالیٰ عنہ نے ســیدنا عبداللہ بن ابی حدرد اســلمی رضــی اللہ تعالیٰ عنہ ســے کچھ قرض لینا تھا ایک دفعہ دونوں میں کچھ تکرار ہو گئی جس میں ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو رســـول اللہ ﷺان کی آواز سن کر گھر سے تشریف لائے۔ اور سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رقم میں کچھ کمی کرنے کا کہا تو انہوں نے آپ ﷺ کے حکم سے نصف قرض معاف کر دیا تو رسول اللہ ﷺنے سیدنا عبداللہ اسلمی کو باقی نصف ادا کرنے کا حکم فرمایا’’(مفہوماً سنن نسائی) قارئین ذی وقار! غور فرمائیں کہ آپ ﷺ نے ســـیدنا کعب کو نیکی کا حکم دیا اور ان ســـے نصف‘ قرض صدقہ کروا دیا۔ اور سیدنا عبداللہ کو ٹال مٹول اور حیل و حجت ســـے منع کرتیہوئے باقی ادا کرنے کو کہا۔ تو اس طرح آپ ﷺ نے نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے منع کر کے امن قائم کر دیا آج ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہونیکی کی تلقین کریں اور برائی ســـے منع کریں ناکہ ہمارے ســـامنے جب کســـی کی چغلی‘ غیبت یا عزت پامال کی جائے تو ہم یہ ســـوچ کر خاموش رہیں کہ کونسا ہماری بے عزتی ہو رہی ہے نتیجہ یہ نکلے گا کہ ظلم کرنے والا پہلے سے زیادہ دلیر ہو جائیگا اور وہ ایک کے بعد دوسرے کی جائز و ناجائز بے عزتی کرنا اپنا حق سمجھے گا اور وہ ہر کسی کی بے عزتی کرتا رہے گا اور دوســرا فریق جب یہ دیکھے گا کہ آج میرے ســاتھ زیادتی ہوئی ہے تو کسی نے میرے سے کوئی ہمدردی نہیں کی تو کل کو وہ بھی ناصرف کہ کســـی دوســـرے کی بے عزتی پر احتجاج نہیں کریگا۔ بلکہ وہ خود بے عزتی کرنے میں تعاون کریگا۔ کہ حســـاب برابر ہو جائے۔ اس طرح امن و

سکون کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ معاشرہ بدامنی کا گہوارہ بن جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہ

(5)فیصلہ کرنے میں جلدی کرنا:

معاشرے میں قیام امن کے لیے ضروری ہے کہ جس شخص کے پاس فیصلہ کرنیکا اختیار ہو اسے عدل و انصاف کے ساتھ فریقین میں جلد فیصلہ کر کے فوری انصاف فراہم کرنا چاہئے کیونکہ بدامنی ' لڑائی جھگڑے کا باعث دو یا دو سے زیادہ فریق ہوتے ہیں اگر ان کی بات جلد سن کر ان کا انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے تو جھگڑا طول نہیں پکڑتا اور امن قائم ہو جاتا ہے اور اگر فیصلے کو لٹکا دیاجائے جیسا کہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام ہے کہ جس میں مقدمات نسل درنسل جاری رہتے ہیں لیکن فیصلے کی نوبت نہیں آتی تو پھر قتل و غارت ' لڑائی جھگڑے اور بدامنی ہوتی ہے جیسا کہ ہم آئے روز اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں حتی کہ بعض تو خاندان کے خاندان فیصلہ کرنے والی قوتوں کے اس تاخیری حربے کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر' محکمے' ادارے' علاقے اور ملک میں امن و سکون ہو تو پھر فیصلہ کرنے والی ان تمام قوتوں اور افراد کو جنہیں کسی بھی سطح پر بدامنی کا باعث بننے والے فریقین میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہو چاہیے کہ وہ ٹال مٹول اور لیت و لعل کی پالیسی چھوڑ کر فوری انصاف مہیا کریں۔ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی ہمیں یہی پیغام ملتا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ انصار کے دوگروہ آپس میں جھگڑ پڑے ہیں اور ان کی آپس میں سنگ باری بھی ہوئی ہے تو آپ ﷺ ظہر کی نماز کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈیوٹی لگا کر ''کہ اگر میں لیٹ ہو گیا اور نماز کا وقت ہو گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ے کہنا کہ وہ عصر کی نماز پڑھا دیں'' صلح کروانے کے لیے چلے گئے اور عصر تک تمام معاملہ نمٹا کر واپس تشریف لائے۔

قارئین محترم!

غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح کروانے' بدامنی کا باعث بننے والے فریقین کے معاملہ کونمٹانے اور فوری انصاف بہم پہنچانے میں کس قدر جلدی کی ہے اور اس معاملہ کو کس قدر اہمیت دی ہے کیونکہ انصاف کرنے اوردینے میں تاخیر کرنا انصاف نہ کرنے کے مترادف ہے اور جیسے جیسے جھگڑا' طول پکڑے گا تو بدامنی بھی پھیلے گی۔ فرد سے اہل خانہ' اہل خانہ سے خاندان اور پھر محلے اور علاقے تک اس کا دائرہ وسیع ہوتا

چلا جائے گا۔ جو کہ کسی طور بھی پسندیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کہنے سننے اور اس پر عمل کی توفیق فرمائے۔ آمین۔

(17) اسلام میں حرام کردہ پیشے

الشیخ جمشید سلطان عوان حفظہ اللہ

اســلام ایک مکمل ضــابطہ حیات ہے اس میں انســانی زندگی کے اہم شــعبہ معیشت کے حلال و حرام کے احکامات بھی تفصیل سے موجود ہیں ،شریعت نے جن اشــیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی تجارت ، اجرت اورہر قســم کی معاونت حرام ہے انہی پیشــوں میں ســے چند کا ذکر ہم بتوفیق اللہ تعالی اپنی اس بحث میں کریں گے۔ حرام شــدہ پیشــوں کو ہم عمومی طور پر دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرسکتے ہیں ۔

(1)ایسے پیشے جو بذاتہ حرام ہیں ۔

(2) وہ پیشے جو کسی سبب یا وصف کی آمیزش سے حرام ٹھہرتے ہیں۔

وہ پیشے جو بذاتہ حرام ہیں

(1) سود لینا اور دینا یا کسی بھی طرح اس میں معاون بننا حرام ہے

اللہ تعالی کا فرمان ہے :’’اے ایمان والو اللہ تعالٰی ســـے ڈرو اور جو ســـود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالٰی سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصـــل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے‘‘۔[البقرۃ:277]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صلَّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّمَ: آکِلَ الرِّبَا ومُوکِلَهُ وکَاتِبَهُ وشَاهِدَیْهِ

صحیح مسلم:کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا و موکلہ

’’ رســول اللہ صــلی اللہ علیہ وآلہ وســلم نے ســود کھانے والے اور کھلانے والے ســود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں‘‘۔

(2)نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت

شــراب :شــراب جســے عربی زبان میں’’ خمر ‘‘کہا جاتا ہے اس کو شــریعت نے مطلقاً حرام قرار دیا ہے ۔

ســیدنا انس رضــی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :’’رســول اللہ صــلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی شراب نچوڑنے والا، نچڑوانے والا اور جس کے لیے نچوڑی جائے اور اٹھا کر لے جانے والا اور جس کے لیے اٹھائی جائے اور فروخت کرنے والا اور جس کے لیے فروخت کی جائے اور پلانے والے اور جس کے لئےپلائی جائے۔ اســی قسم کے دس افراد شمار کئے‘‘۔[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’جو چیز نشہ لائے وہ حرام ہے‘‘-[2]

ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا’’ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے‘‘-[3]

* شراب کو کسی حلال چیز میں تبدیل کرکے بھی استعمال میں لانا حرام ہے .آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم شراب کا سرکہ بناکر استعمال کرسکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا -[4]

ان احادیث کی رو سے تمام نشہ آور اشیاءسے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے مثلا، ہیروئن، چرس،افیم، تمباکو والے پان ،گٹکے، نسوار،بھنگ، سگریٹ وغیرہ

(3)جوئے سٹہ بازی میسر یا قمار بازی کاپیشہ :

اللہ تعالی نے سود اور شراب کے بعد میسر و قمار (جوئے کی تمام اقسام)کو حرام قرار دیا ہے ،جس کو علامہ مباکپوری رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے ’’قمار (جوئے)میں کسی کو نفع ہی نفع اور دوسر ے کو نقصان ہی نقصان ہوتا ہے ‘‘[5]

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾

النساء: 29

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ ‘‘.

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾

المائدة: 90 – 91

ترجمہ:’’اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کہ ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے ۔ سو اب بھی باز آجاؤ.

میسر و جوئے کی چند نئی اقسام درج ذیل ہیں :

(1)لاٹری (2)معمہ بازی (پزل) (3)ریفل ٹکٹ (4)انعامی بانڈز (5)سٹہ بازی

(4)فحاشی وقحبہ گری

شریعت مطہرہ نے تمام قسم کی فحاشی اور حرام جنسی کارروائیوں مثلاً زنا ،اغلام بازیجیسے اعمال اور ان کی اجرت کو حرام ٹھہرایا ہے ۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

الأنعام: 151

ترجمہ:''اور بےحیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ''۔

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

الإسراء: 32

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

النور: 33

ترجمہ:''تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو'' ۔

اسی طرح تمام وہ ذرائع مثلاً فحش تصاویر،لٹریچر ،میگزین انٹرنیٹ ،اشتہارات اور مارکیٹنگ جن میں ایسی اشیاء کو بیچنے کے لئے فحاشی کا حربہ استعمال ہو حرام ہے۔ اللہ کا فرمان ہے :

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

النور: 19

ترجمہ:''جو لوگ یہ چاہتےہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زناکار عورت کی خرچی (اجرت) اور کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) سے منع فرمایا۔[6]

(5)گانا قوالی ،گلوکاری اور موسیقی

فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

لقمان: 6 – 7
ترجمہ:’’اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں ، کہ بےعلمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے.جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سناہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں ، آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے‘‘.
ابن عباس رضی اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :لغو باتوں سے مرادگانا بجانا اور طبلہ وغیرہ ہے.
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :’’اس امت میں زمین کے اندر دھنسنا ،صورتیں بدلنا اور بہتان بازی پیدا ہوگی کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کب ہوگا ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گلوکار، گلوکارائیں عام ہوجائینگی اور شرابیں پی جائیں گی ‘‘-[7]
ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا’’مجھے دو بد ترین آوازوں سے منع کیا گیا ہے ایک خوشی کے وقت بانسری اور غم کے وقت نوحہ خوانی سے ‘‘-[8]
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گلوکاری اور موسیقی کی کمائی اور اجرت سے منع فرمایا ہے ‘‘-[9]
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ و سلم ہے ’’گانا بجانے والی عورتوں کو نہ بیچو نہ خریدو نہ انہیں یہ کام سکھاؤ اور انکی اجرت حرام ہے ‘‘-[10]
ان احادیث کی رو سے تمام قسم کی موسیقی اور موسیقی کے آلات کی تجارت اور اجرت حرام ہے -
(6)رقاصی کا پیشہ
اللہ تعالی نے جس طرح زنا کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح اس کے تمام وسائل کو بھی حرام ٹھہرایا ہے -
اللہ تعالی کا حکم ہے :
﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾
الإسراء: 32
ترجمہ :’’خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بےحیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے‘‘.
اس آیت کی رو سے زنا کی طرف لے جانے والے تمام وسائل اور ذرائع بھی حرام ہیں -

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :
﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾
الأحزاب: 33
ترجمہ:’’اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سـینگھار کا اظہار نہ کرو‘‘.
آپ صـلی اللہ علیہ وسـلم نے کتے کی قیمت اور زناکار عورت کی خرچی (اجرت) اور کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) سے منع فرمایا.[11]
رقص کے حوالے سے فرمان باری تعالیٰ ہے :
﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾
الإسراء: 37
امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ’’ اہل علم نے مذکورہ آیت سـے رقص کی مذمت اور اس کے ارتکاب کی ممانعت کا اسـتدلال لیا ہے ۔ ابو الوفاء بن عقیل فرماتے ہیں : قرآن کریم میں رقص کی صـریح ممانعت وارد ہے فرمان باری تعالیٰ ہے: :
﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾
الإسراء: 37
ترجمہ:’’اور زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چل ‘‘ اور رقص سـب سـے بڑا اترانا ،تکبر اوراکڑنا ہے جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔
(7)مصوری و بت سازی و فروشی :
مجسمہ سازی اور فوٹو گرافی (تصویر کشی) کا پیشہ آج کل زوروشورسے رائج ہے ،قرآن حکیم میں جن اشـیاء کو حرام قرار دیا گیاہے ان میں بت سـازی و تصـویر سـازی کو تیسرا درجہ حاصـل ہے جن کی دور جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی چنانچہ شـارع حکیم نےاسـے مطلقاً حرام قرار دیا ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے :
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾
المائدة: 90
ترجمہ:’’اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شـراب اور جوا اورانصـاب(بت) اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو‘‘.
رسـول اللہ صـلی اللہ علیہ وسـلم کا فرمان ہے :’’ قیامت کے روز سـب سـے سخت عذاب تصویر بنانے والوں دیا جائے گا ‘‘[12]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرا ذریعہ معاش تصویر کشی ہے میں تصویریں بناتا ہوں ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرما یا میں تمہیں وہی بتاؤنگا جو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ’’ جو تصویر بنائے گا اسے اللہ تعالی عذاب دے گا کہ وہ اس میں روح پھونک دے لیکن وہ کبھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا ‘‘یہ سن کر اس شخص کا چہرہ متغیر ہوگیا ، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اگر تم تصویر بنانا ہی چاہتے ہو تو غیر ذی روح اشیا ء کی درخت و مناظر کی تصویریں بناؤ‘‘۔[13]

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر بنانا ، بنوانا ،خریدنا فروخت کرنا حرام کام ہیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے ،البتہ شناختی کارڈ، پاسپورٹ،لائسنس وغیرہ کے لئے بنانا استثنائی صورت میں اہل علم نے جائز قرار دیا ہے ۔

(8)کہانت ،دست شناسی (پامسٹری)

کہانت ،فال گیری ، ، پامسٹری (دست شناسی)یہ وہ افعال ہیں جو کہ علم غیب سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اللہ نے ان افعال کو ’’رجس‘‘ یعنی ناپاکی اور شیطانی اعمال ‘‘سے تعبیر دیا ہے اللہ تعالی کافرمان ہے : ’’اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو‘‘[المائدہ:90]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے :’’جو کوئی بھی غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور اس سے پوچھے اس کی چالیس دن تک نمازقبول نہیں ہوگی ‘‘۔[14]

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ‘‘جو کوئی بھی کسی کاہن کے پاس جاکر دریافت کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس (قرآن) سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے‘‘۔[15]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کی مٹھائی (جو اجرت میں ملی) لینے سے منع فرمایا۔[16]

ان دلائل کی روشنی میں کہانت ،پامسٹری ،اور اسکی تمام اقسام کی کمائی حرام ہے ۔

(9)جادو ٹونہ و شعبدہ بازی

جادو (سحر) و شعبدہ بازی ہر دور میں موجود رہی ہے اور اس کی حرمت بھی ابدی ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾

البقرة: 102

ترجمہ:’’اور یہ یہود (تورات کے بجائے) ان جنتروں منتروں کے پیچھے لگ گئے۔ جو سیدنا سلیمان کے دور حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ سیدنا سلیمان نے ایسا کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیطان لوگ کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ نیز یہ یہود اس چیز کے بھی پیچھے لگ گئے جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتاری گئی تھی۔ یہ فرشتے کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو تمہارے لیے آزمائش ہیں سو تو کافر نہ بن۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے ایسی باتیں سیکھتے جن سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ اور باتیں بھی ایسی سیکھتے جو انہیں دکھ ہی دیں، فائدہ نہ دیں۔ اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ جو ایسی باتوں کا خریدار بنا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں کتنی بری چیز تھی جسے انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خریدا۔ کاش وہ اس بات کو جانتے ہوتے‘‘۔

اور سحر(جادو) میں کبھی بھی کوئی نفع نہیں ہوسکتا اور جس میں ہمیشہ کا خسارہ ہو اس کا سیکھنا سیکھانا اور اس کی اجرت (کمائی) بھی حرام ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ کا فرمان ہے :

﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾

طه: 69

ترجمہ:’’اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا‘‘۔

اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بھی واقعہ اس کی حرمت پر دلیل ہے ۔ عائشہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کا ایک غلام تھا جو انہیں کچھ محصول دیا کرتا تھا اور آپ اس کا محصول کھانے کے کام میں لاتے تھے ایک دن وہ کوئی چیز لایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھا لیا تو ان سے غلام نے کہا

آپ کو معلوم ہے یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تھی؟ اس نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں آئندہ ہونے والی بات (کہانت) ایک آدمی کو بتادی تھی

حالانکہ میں خود یہ فن نہیں جانتا تھا بلکہ میں نے اسے دھوکہ دیا تھا تو (آج) وہ مجھ سے ملا اور (یہ چیز) اس نے مجھے اسی کے عوض دی ہے اور اسی کو آپ نے کھایا ہے تو ابوبکر نے اپنی انگلی منہ میں ڈال کر پیٹ کی ہر چیز کو قے کر کے نکال دیا۔[17]

(10)نجومیت

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اللہ تعالی نے ستاروں کو آسمان کی زینت ،شیاطین کو مارنے اور بحرو بر میں راہ معلوم کرنے کے لئے تخلیق کیا ہے اور جوشخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا(غلطی) پر ہے اور اس نے ہر قسم کی بھلائی سے خود کو محروم کرلیا اور ایسے امر کا تکلف کیا جس کا اسے کچھ علم نہیں۔[18]

حدیث میں آتا ہے :ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنْ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنْ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ

سنن ابي داود كتاب الطب باب في النجوم،حديث: 3905-(یہ روایت صحیح ہے(

’’جس نے علمِ نجوم کا کچھ حصہ سیکھا اس نے اسی قدر جادو سیکھا ،جتنا زیادہ سیکھتا جائے اس کی وجہ سے اس کے گناہ میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا ‘‘.

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ‘‘جو کوئی بھی کسی نجومی یا کاہن کے پاس جاکر دریافت کرے پھر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس (قرآن) سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے‘‘[19]اسی لئے وہ تمام نصوص جو سحر(جادو) کی حرمت پر دلیل ہیں وہ نجومیت کو بھی حرام ٹھہراتے ہیں اور اس کی اجرت بھی حرام ہے .

(11)ٹی وی ، ریڈیو ڈرامہ، اور فلم سازی کا پیشہ

ان پیشوں میں چونکہ عریانی ، فحاشی مرد و عورت کا اختلاط اور فیشن کے نت نئے فتنے اور حیا سوز لباس، عشق و معشوقی کی داستانیں اور جھوٹ دھوکہ اور اخلاق سوز مناظر کا غلبہ رہتا ہے جو کہ سراسر شریعت کےمنافی ہیں اسی لئے ان کی کمائی بھی حرام ہے . سینیما ،تھیٹر ، ویڈیو آڈیو سی ڈی سینٹرز، اشتہارات ،کیبل آپریٹنگ وغیرہ اور ان سے منسلک تمام اشیاء اگر ان پر حرام معاملات کا اجراء جاری ہے تو ان کا بھی یہی(حرام کا) حکم ہے ریڈیو جس میں آجکل ایف ایم (FM) چینلز کی بھر مار ہے جن میں سوائے گانے بجانے اوراللہ کے دین سے دوری کے اسباب

کے کچھ نہیں جن میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں کےجذبات کو ابھارا جاتا ہے ان سب کاموں کی کمائی اور اجرت جہنم کی آگ ہے اللہ کا فرمان ہے :

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

النور: 19

ترجمہ:’’جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی‘‘.

نوٹ :واضح رہے کہ کوئی بھی وسیلہ یا ذریعہ یا آلہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا بلکہ اس کا استعمال کے موجب حکم لگتا ہے اور آج کے دور میں چونکہ ان ذرائع کا استعمال 90 فیصد سے زیادہ حرام کاموں کے لئے ہے اس لئے ان وسائل پر یہ چیزیں نشر کرنا ، اس کے لئے اپنا پلیٹ فارم مہیا کرنا ۔ حرمت کے حکم میں آئے گا ۔یہاں اگر ان ہی چینلوں پر تعمیری کام ہو ، ملک و کام کی بہتری کے پروگرام ہوں تو یہ اچھا عمل ہوگا.

(12)گداگری

گداگری ایک مکمل پیشہ کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جس کا ایک نیٹ ورک ہوتا ہے جس میں بچوں کو بھی تربیت دے کر مختلف چوراہوں پر پھیلا دیا جاتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام نے اس پیشہ کی شدید مذمت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :’’جو آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا‘‘[20]

(13)مردار اور حرام جانوروں کی خرید و فروخت

ایسا جانور جومردار ہو یا ایسی حالت میں اسے ذبح کیا جائے کہ اس کاخون نہ نکل سکے یا کوئی حرام جانور کو حلال کرکے مارکیٹ میں لا یا جائے یا سور ،کتے اور بلی ، بندر کی بیع بھی حرام ہے اور ان سے حاصل ہونے والی اجرت بھی حرام ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾

الأنعام: 145

ترجمہ:’’ آپ کہہ دیجئے جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کر غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو ‘‘.

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا۔[21]

اس طرح مردہ اور حرام جانور کی چربی کی خرید و فروخت بھی حرام ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مردار کی چربی کے بارے میں کیاحکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' وہ حرام ہیں، اللہ یہود پر لعنت کرے جب ان پر جانوروں کی چربی حرام ہوئی تو انہو ں نے اس کو پگھلایا اور بیچ کر اس کی قیمت کھالی ''[22]

(14)خون کا معاوضہ لینے کا حکم

صحیح بخاری میں سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے''[23]لہٰذا اس حدیث کی بنا پر کسی مسلمان کے لئے خون کا کوئی معاوضہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ اگر کسی مسلمان بھائی کو خون کی ضرورت ہو تو اسے بطور عطیہ فراہم کیا جائے نہ کہ قیمتاً۔

(15)انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کا حکم

کسی انسان کے لئے اپنا گردہ یا دوسرے اعضاء کا بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھاجائے ،اللہ کے پیار ے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''میں قیامت کے دن تین افراد کی طرف سے مقدمہ کروں گا ایک وہ جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی[24]اور کسی عضو کی بیع بھی اسی میں شامل ہے کیونکہ انسان نہ اپنے جسم کا ملک ہے اور نہ اپنے کسی عضوکا بلکہ یہ اللہ تعالی کی انسان کے پاس امانت ہیںانہیں بیچنا جائز نہیں ہے ۔

(16)ریزکاری (چلڑ)فروشی

عصر حاضر میں ہر بس اسٹاپ پر بعض افراد زیادہ روپوں کے عوض کم پیسے (کھلے سکوں کی صورت میں) بیچتے ہیں جو کہ کھلا سود ہے اور ان کی اجرت اور کمائی بھی حرام ہےکیونکہ سود دینا بھی حرام ہےاور لینا بھی حرام ہے۔

(17)چوری کا مال بیچنے اور خریدنے کا حکم

جس شخص کو علم ہو یا غالب گمان ہو کہ یہ مال چوری کا ہے اس کے لئے اسے خریدنا اور بیچنا حرام ہے نیز اس میں کسی قسم کا تعاون بھی حرام ہے ۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾

النساء: 29
ترجمہ: ’’اور اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید وفروخت‘‘
(18)نر سے جفتی کرانے کی اجرت
ہمارے معاشرے میں بعض افراد اپنے جانوروں کی نسل بڑھانے کے لئے نر اور مادہ کا ملاپ کراتےہیں جسے ’’جفتی‘‘ کہا جاتا ہے اور جن کا جانور نر (male)ہوتا ہے وہ اس عمل کی اجرت لیتے ہیں جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ’’نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی جفتی کرانے کی اجرت سے منع فرمایا ہے‘‘-[25]
(19)زائد پانی اور گھاس کی بیع کی ممانعت
ضرورت سے زیادہ پانی اور وہ گھاس جس پر اس نے محنت صرف نہ کی ہو اس کی فروخت منع ہے روایت میں آتا ہے :
نَھَی عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الماءِ
سنن أبي داود:كتاب الإجارة، باب نَهَى عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ(یہ روایت صحیح ہے)
ترجمہ :آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے .
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :’’تین چیزونمیں سب لوگ شریک ہیں پانی گھاس اور آگ‘‘[26]
(20)جانوروں کی لڑائی کا پیشہ
محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے براہ راست جانور کے ساتھ بے رحمی اور انہیں قید کرنے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔
حدیث میں آتا ہے :
نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ
سنن ابی داود : كتاب الجهاد، باب ما جاء في كراهية التحريش بين البهائم (یہ روایت حسن ہے) و الترمذي كتاب الجهاد،باب في التحريش بين البهائم
ترجمہ:’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے ‘‘.
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ’’ ایک عورت پر ایک بلی کی وجہ سے عذاب کیا گیا اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا (اور کھانا پانی نہ دیتی تھی) یہاں تک

کہ وہ مر گئی پس اسی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی نہ اس نے بلی کو کھلایا اور نہ ہی اس کو پانی دیا
اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض (یعنی چوہے چڑیاں وغیرہ) کھا لے‘‘-[27]

(21)پتنگ سازی و پتنگ بازی

چونکہ اسمیں بہت سا وقت، مال اور جانیں ضائع ہوتی ہیں اور اس میں کئی منفی پہلو بھی ہیں اس لئے یہ پیشہ بھی حرام ہے جس طرح کبوتر بازی حرام ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ’’ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کبوتر کے پیچھے پیچھے دوڑا چلا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان شیطانہ کے پیچھے چلا جا رہا ہے‘‘-[28]

وہ پیشے جو کسی سبب کی وجہ سے حرام ہیں

(1) تعمیراتی کام یا کفار کی عبادت گاہوں کی تعمیر

ایک مسلمان کے لئے کافروں کی عبادت گاہوں کی تعمیریا ان کے ڈیزائن یا مالی یا جسمانی طور پر شراکت جائز نہیں بلکہ حرام ہے ، اسی طرح بینک کی تعمیر یا کسی ایسی جگہ کی تعمیر جہاں اللہ کی توحید کی مخالفت کی جائے جس میں مزارات یا پختہ قبریں وغیرہ یا اللہ کی معصیت کا کوئی بھی کام کیا جائے جواخا نہ وغیرہ تو اس میں کسی بھی قسم کی معاونت اور اور اس کی اجرت حرام ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان اسی حکم پر دلالت کرتا

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

المائدۃ: 02

ترجمہ:’’ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو،اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے‘‘.

(2)مجرمین کو بچانے یا ناجائز کاموں میں وکالت :

وکالت ایک ایسا پیشہ ہے جو فی نفسہ حرام نہیں مگر ناجائز اور جھوٹا مقدمہ یا جھوٹ اور فراڈ کو چھپانے اور غلط کو صحیح ثابت کرنے کی وکالت حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے یا وضعی (مغربی)قانون کو حق سمجھنا اور شریعت سے بہتر ماننا یا اس پر راضی رہنا بھی حرام ہے ۔اللہ تعالیٰ کافرمان ہے ۔

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾

النساء: 105

ترجمہ:''ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ بصیرت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو ''.

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

المائدۃ: 02

ترجمہ:'' اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو،اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالٰی سخت سزا دینے والا ہے''.

ایک اور جگہ ارشاد ہے : اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالٰی تمہارے اعمال سے باخبر ہے. [المائدہ:8]

اور ارشاد فرمایا''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، نہ ہی ایسے مقدمات اس غرض سے حکام تک لے جاؤ کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر ہضم کر جاؤ، حالانکہ حقیقت حال تمہیں معلوم ہوتی ہے''. [البقرۃ :188]

(3)بیوٹی پارلر/ہیر ڈریسنگ کا پیشہ

بنناور سنورنا اسلام میں معیوب نہیں مگر جب اس بناؤ سنگھار میں حد سے تجاوز ہوجائے تو یہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بھی بنتا ہے اور فتنوں کو بھی جنم دیتا ہے، آجکل ہمارے معاشرے میں ہر محلے میں بیوٹی پارلر اور ہیر ڈریسنگ کا کاروبار عام ہے جن میں وہ کام انجام دئے جاتے ہیں جو خلاف شرع ہیں جیسے بیوٹی پارلرز میں مرد (میک اپ آرٹسٹ) عورتوں کا بناؤ سنگھار کرتے ہیں یا پھر برعکس ہوتا ہے ،اس کے علاوہ خواتین و

حضرات بھویں (آئی برو) بنواتے ہیں اور چہرے کے بال بھی اکھڑواتے ہیں داڑھی کو منڈواتے ہیں اوراہل مغرب سے مرعوب ہوکر ایسی کٹنگ کرواتے ہیں جس سے داڑھی کا استہزاء ظاہر ہو یا خلاف شرع ہیئر کٹنگ کرواتے ہیں جن میں خواتین تو حد سے تجاوز کرچکی ہیں اور اپنی خلقت میں تبدیلی کااہتمام بھی کرتی ہیں جن کے بارے میں شدید وعید بھی آئی ہیں.

سیدناعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے’’ اللہ نے تعالی نے گودنے والی اور گدوانے والی اور اکھڑوانے والی اور دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ تعالی کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ بات بنی اسد کی ایک عورت تک پہنچی جس کو ام یعقوب کہا جاتا ہے اور وہ قرآن مجید پڑھا کرتی تھی تو وہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ وہ کیا بات ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہے کہ آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی پر لعنت فرمائی اور دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ تعالی کی بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت کیوں فرمائی ہے ‘‘عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ بات اللہ کی کتاب میں موجود ہے وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے قرآن مجید کے دونوں گتوں کے درمیان جوموجود ہے، سب پڑھ ڈالا ہے میں نے تو کہیں نہیں پایا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اگر تو قرآن مجید پڑھتی تو اسے ضرور پاتی اللہ عز وجل نے فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾

الحشر: 07

ترجمہ: اللہ کے رسول تمہیں جو کچھ دے اسےلے لو اور تمہیں جس سے روک دے اس سے رک جاؤ وہ عورت کہنے لگی کہ ان کاموں میں سے کچھ کام تو آپ کی بیوی بھی کرتی ہے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ جاؤ جا کر دیکھو وہ عورت ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ بھی نہیں دیکھا پھر واپس عبداللہ کی طرف آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تو ان باتوں میں سے ان میں کچھ بھی نہیں دیکھا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اگر وہ اس طرح کرتی تو میں اس کے قریب بھی نہ جاتا ‘‘-[29]

ایک اور حدیث میں ہے : ’’رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی گودنے والی پر اور جس کا (سر) گودا جائے اور بال اکھیڑنے والی پر یعنی پیشانی کے یا منہ کے بال ا کھاڑنے والی پر اور جو دانتوں کو درمیان سے کھولیں خوبصورتی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالی کی پیدا کی ہوئی ہئیت کو تبدیل کرنے والیوں پر‘‘-[30]

ان احادیث کی رو سے تمام وہ افعال جن پر شارع علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے یا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی جائے وہ پیشے حرام ہیں ۔

(4) ڈریس ڈیزائننگ

زیب تن کی زینت محبوب عمل ہے مگر جب اس میں فحاشی کا عنصر شامل ہوجائے یا اس میں کفار کی مشابہت پائی جائے تو یہ بھی معیوب عمل ٹھہرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ’’جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا‘‘ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بہت سے ڈریس ڈیزائنرز جو کہ ملکی و غیر ملکی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرکے ایسے ڈیزائنز تخلیق دیتے ہیں جس میں انسان کی شرم و حیا کا اور اس لباس کی مقصدیت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور ایسے لباس کو نیا فیشن اور نیا سٹائل کا نام دے کر مسلمانوں کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو اس انداز سے لعنت کا حق دار ٹھہرایا جاتاہے کہ نہ پہننے والے کو ادراک نہ دیکھنے والے کو احساس۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ’’اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کردے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے لباس اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے۔وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے‘‘۔ [الاعراف:27]

ایک اور جگہ فرمایا :’’آپ ان سے پوچھئے کہ’’ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کس نے حرام کردیا؟‘‘ آپ کہیے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ان

لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔ ہم اسی طرح اپنی آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں آپ ان سے کہیے کہ ’’میرے پروردگار نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں:’’بے حیائی کے کام خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ہوں اور گناہ کےکام ‘‘۔[الاعراف32-33]

ان میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں جن سے بے حیائی اور فحاشی کو فروغ ملے مثلاً جینز کی پینٹ،اسکرٹس ، شاٹس اور شرٹس اور مختلف قسم کے لباس جن کو پہن کر حیا کو بھی حیا آجائے چنانچہ ایسی تمام فیکٹریاں اور بوتیک، مالز اور فیشن فیسٹیولز(فیشن شو) اور جو ان کی اشتہاری مہم چلاتے ہیں اور ایڈورٹائزنگ کمپنیاں جو اپنے سائن بورڈز سے ان کی

تشـــہیر ســـےمعاونت کرتـے ہیں ان ســـب کی کمائی حرام ہے جس میں غیر شرعی معاملات ہوں یااللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پائی جائے ۔

(5)کاروباری خدمات

موجودہ دور میں ایســـے کاروبار بھی عمل میں آچکے ہیں جو مختلف قســـم کی خدمـات فراہم کر کے اپنی کمپنیوں کو فعـال بنـائے ہوئے ہیں جن میں ڈیکوریٹرز،ایکســـپو ســـینٹرز اور پارٹی پلانرز ہوتے ہیں ان کی آمدنی کا بڑا حصہ ایسی تقریبات کی بدولت ہوتا ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ کر نفسانی خواہشات کہ پورا کیا جا تاہے جن میں میوزیکل کانسرٹ ،فیشن شوز جیسی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے جن کی حرمت میں کســـی قســـم کا اختلاف نہیں ہے تو ان کی آمدنی میں بھی کسی قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے کہ اگر وہ جان بوجھ کر ایسی تقریبات کےلئے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں تو انکی آمدنی مطلقاً حرام ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

المائدة: 02

ترجمہ: ’’اور گناہ ،ظلم اور زیادتی میں مدد نہ کرو‘‘

(6)اپنے کام میں لاپرواہی کرنے والے کی اجرت کا حکم

ملازم کی زمہ داری ہے کہ وہ اپنی ملازمت اچھی طرح اور ایمان داری سے نبھائے اگر وہ جان بوجھ کرلاپرواہی کرتا ہے تو اس کی تنخواہ کا وہ حصہ حرام ہوجاتا ہے ۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

الأنفال: 27

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رســـول (کے حقوق) میں جانتے ہوئے خیانت مت کرو اور نہ ہی تم آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔

(7)کال سینٹرز

عصر حاضر میں جن کال سینٹرز میں جھوٹ اور سود ی کاروبار ہوتے ہیں ان کی اجرت اور کمائی بھی حرام ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ،فریب اور جھوٹ ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کافرمان ہے :’’ اور نہ ہی حق و باطل کی آمیزش کرو اور دیدہ دانستہ سچی بات کو نہ چھپاؤ‘‘۔[البقرة:42]

’’اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، نہ ہی ایسے مقدمات اس غرض سے حکام تک لے جاؤ کہ تم دوسروں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر ہضم کر جاؤ، حالانکہ حقیقت حال تمہیں معلوم ہوتی ہے‘‘ [البقرۃ :188]

جب کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہم پر (مسلمانوں پر) ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے دھوکہ دیا وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔[13]

(8)اسلام یا مسلمانوں کے خلاف میڈیائی پروپیگنڈہ

جب جنرلزم کا پیشہ اسلام کے قوانین کے خلاف پروپیگنڈہ میں تعاون کرے اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنے یا جھوٹ اور فریب اور فحاشی کو فروغ دے اور جب یہ کسی غیر ملکی میڈیا سے رابطے اور تعاون کریں اور ملکی راز افشاں کریں یا ملک میں افرا تفری پھیلائیں یا ہرخبر کو بغیر کسی تحقیق کے آگے پہنچادیں تو یہ افعال حرمت کے زُمرے میں آتے ہیں جس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائزہوجاتی ہے۔اللہ کا فرمان ہے

﴿لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلً﴾

الأحزاب: 60

ترجمہ:’’ اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کی (تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے‘‘۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

الحجرات: 06

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ کسی قوم کا نقصان کر بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، قَالاَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يَكْذِبُ بِالكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ

صـــحيح بخاري:كتاب الأدب ،باب قول الله تعالى "يأيها الذين أمنوا اتقوالله و كونوا مع الصادقين

ترجمہ:"میں نے خواب دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ شـــخص جس کو تم نے معراج کی رات میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے وہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس طرح جھوٹ باتیں اڑاتا تھا کہ دنیا کے تمام گوشوں میں وہ پھیل جاتی تھیں قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔"

(9)ذخیرہ اندوزی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : بازار میں سودا لانے والے کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے"۔[32]

ایک اور حدیث ہے :"ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار ہی کرتا ہے" ۔[33]

(10) حلال چیز حرام کام کے لئے بیچنا:

ایک اصول " سد الذرائع " کے تحت حلال اور مباح اشیاء حرام کام کے لئے استعمال نہیں ہوسکتیں اور فقہی قاعدے "الوسائل لها حكم المقاصد" یعنی وسائل کا حکم بھی وہی ہے جو مقاصد کا ہے ۔

حرام کھانے کا انجام :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسـلم نے فرمایا اے لوگوں اللہ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رســولوں کو دیا اللہ نے فرمایا اے رســولو! تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے عملوں کو جاننے والا ہوں اور فرمایا اے ایمان والو ہم نے جو تم کو پاکیزہ رزق دیا اس میں ســے کھاؤ پھر ایســے آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پریشان بال جسم گرد آلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے رب اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پہننا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟۔[34]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے"جو بھی گوشت کاحصہ (جسم) حرام مال پر نشو نما پاتا ہے وہ جہنم کا حق دار ہے" ۔[35]

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فر مائے (آمین)

وما توفيقي إلا بالله وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العالمين

وصلى الله و سلم على نبينا محمد و على آله وصحبه أجمعين

[1] سنن ابن ماجه: كتاب الأشربة،باب لعنت الخمر على عشرة أوجه (صحيح)

[2] أبو داود : كتاب الأشربه ،باب ماجاء ما أسكر كثير فقليله حرام (یہ روایت صحیح ہے(
[3] سنن أبی داود :کتاب الأشربة، باب النهي عن المسكر(یہ روایت صحیح ہے(
[4] صحيح مسلم: كتاب الأشربه،باب تحريم تخليل الخمر
[5] تحفة الأحوذی :30/3
[6] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب ثمن الكلب
[7] ترمذي: كتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ
[8] جامع ترمذي: كتاب الجنائز، باب ما جاء فى الرخصة فى البكاء
[9] شرح السنة 23/8
[10] جامع ترمذي: كتاب البيوع، باب ما جاء فى كراهية المغنيات
[11] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب ثمن الكاهن
[12] صحيح بخارى: باب عذاب المصورين يوم القيامة .صحيح مسلم: باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب أو صورة
[13] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب بيع التصاوير التى ليس فيها الروح
[14] صحيح مسلم: كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكاهن
[15] ابو داود: كتاب الطب، باب فى الكاهن
[16] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب ثمن الكاهن
[17] صحيح البخاري: باب أيام الجاهلية
[18] صحيح بخاري: بدء الخلق، باب في النجوم
[19] ابو داود: كتاب الطب، باب فى الكاهن
[20] بخارى: كتاب الزكاة باب من سأل الناس تكثرا
[21] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب ثمن الكلب
[22] صحيح بخارى: كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام
[23] صحيح بخارى: كتاب البيوع باب ثمن الكلب
[24] صحيح بخارى: كتاب الاجاره، باب اثم من منع أجر الأجير
[25] صحيح بخارى: كتاب البيوع: باب عسب الفحل
[26] أبو داؤد: كتاب الإجارة، باب فى المنع الماء (یہ روایت صحیح ہے (
[27] صحيح بخارى: كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار
[28] ابو داؤد: كتاب الأدب، باب اللعب في الحمام (یہ روایت حسن ہے (
[29] صحيح مسلم: باب تحريم الواصلة والمستوصلة
[30] صحيح بخارى: كتاب اللباس، باب الموصلة.صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة باب تحريم فعل الواصلة.

[31] مسلم كتاب الإيمان، باب من غشنا فليس منا
[32] ابن ماجة: كتاب التجارات، باب الحكرة والجلب (متهم بالوضع (
[33] صحيح مسلم: كتاب المساقاة والمزارعة باب تحريم الإحتكار الأقوات
[34] صحيح مسلم: كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها
[35] جامع ترمذی: كتاب الجمعةو باب ما ذكر في فضـــل الصـــلوة(قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)(صحيح لغيره(

مؤلف کی مزید کتب
کا مطالعہ بھی کریں۔

مکتبہ دار الرحیل کراچی 03172134743